فائزہ افتخار

دروازہ بند ہونے کی آواز سے اس نے محسوس کیا کہ کوئی کمرے میں موجود نہیں' خود کو تنہا پاتے ہی اس پہ چھائی گھبراہٹ عروج پر جا پہنچی تھی۔ حلق خشک ہونے کو تھا۔

نرمین باجی جاتے جاتے اسے کمرے میں موجود ضرورت کی ہر چیز کے بارے میں بتا گئی تھیں لیکن پھر بھی اس کی ہمت نہ ہوئی ہاتھ بڑھا کے سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھانے کی۔ کچھ منٹ کے بعد بھاری آنچل کی جھری سے نگاہیں ادھر ادھر دوڑا کر اس نے کسی کے نہ ہونے کا اطمینان کیا اور پھر اس کے سجے سنورے وجود میں ہلکی سی جنبش ہوئی۔ مہندی کے گل بوٹوں سے سجا نازک پیر ٹھنڈے ماربل پہ پڑا اور ایک سرد سی لہر اس کے بدن میں دوڑ گئی۔ ساتھ ہی بھاری پازیبیں چھنک چھنک گئیں۔ اب تک اسے جس راستے سے گزار کر یہاں اس کمرے تک لایا گیا تھا وہاں اس نے دبیز قالینوں کی نرمی ہائی ہیل کی سینڈل کے باوجود محسوس کی تھی' جھکی ہوئی نگاہوں کے ساتھ خوش رنگ قالینوں پہ بکھری پھولوں کی پتیاں بھی دیکھی تھیں اور اب وہ قدرے حیرت کے ساتھ ننگے پیر کے نیچے سرمئی جھاگ کا سا چمکدار سنگی فرش دیکھ رہی تھی۔

بیڈ پہ بھی وہ آرائش مفقود تھی جو عموماً "دلہنوں کے

مکمل ناول

استقبال کی غرض سے کی جاتی ہے۔ ویلوٹ کا ڈارک گرے کور بچھا تھا جس کے وسط میں اور سرہانوں کے اوپر ایک انتہائی جان دار سا گلاب کا پھول پرنٹ تھا۔ جان دار اس لیے کہ دور سے ہی اس کی پتیوں پہ پڑے شبنم کے قطروں کی نمی محسوس ہوتی تھی۔

اس نے ذرا سا ہاتھ بڑھا کے اس مخملیں نقش پہ انگلیاں پھیریں۔ سائیڈ ٹیبل پہ رکھے خوش نما گلدان میں تازہ گلاب خوبصورتی سے سجائے گئے تھے۔ فضا میں ان کی خوشبو اس طرح رچی ہوئی تھی کہ اسے اپنے بدن سے اٹھتی ابٹن، مہندی اور عطر کی مہک مدھم پڑتی محسوس ہوئی۔ صندل اور چنبیلی کے عطر میں گوندھ گوندھ کے یہ ابٹن اسے اس کی بچپن کی سہیلی نازو نے تین دن تک لگایا تھا اور ہاں۔۔۔ اس کے آنسو بھی تو اس میں گندھے ہوئے تھے۔ اسے اشکوں کے موتی تحفے میں دینے کے سوا اور وہ کیا کر سکتی تھی۔ حالانکہ کوئی اس کے دل سے پوچھتا کہ نازو کے آنسو اسے کتنی طمانیت دے رہے تھے۔ اسے یہ سوچ سوچ کر تسکین ہو رہی تھی کہ کوئی تو ہے کوئی تو ہے اس بھری دنیا میں اس کی رخصتی پہ رونے والا۔

نازو کی یاد نے خوش نما کو پھر سے اداس کر دیا۔ آنکھیں ڈبڈبا سی گئیں۔ اس نے مشکل سے خود کو رونے سے باز رکھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو زرمین باجی نے کسی لڑکی سے کہہ کر اس کا میک اپ درست کروایا تھا۔ ایک تو رخصتی کے بعد وہ پورے چار گھنٹوں کا سفر کر کے یہاں پہنچی تھی اور ویسے بھی میک اپ کون سا بہت عمدہ ہوا تھا۔ نازو اپنی بھابھی کے ساتھ اسے محلے کے جس بیوٹی پارلر لے گئی تھی' وہ بس یونہی سا تھا جیسا کہ چھوٹے شہروں کے پرانے محلوں میں ہونا چاہیے سونے پہ سہاگہ یہ کہ وہ علاقہ لوڈشیڈنگ کی زد میں تھا۔

آدھی سے زیادہ تیاری کے بعد اچانک ہی لائٹ چلی گئی چونکہ لوڈشیڈنگ کا دورانیہ طویل تھا۔ اس لیے فنشنگ ٹچز لالٹین کی روشنی میں دیے گئے تب اسے پہلی بار اپنی لاپروائی اور لاتعلقی پہ غصہ آیا۔ جب سے اس کی شادی طے پائی تھی۔ دل مرا مرا سا تھا۔ اماں کی موت نے ہر چیز سے بیزار تو پہلے ہی کر رکھا تھا اوپر سے یہ "آنا" "فانا" شادی' مزید بوکھلا گئی۔ اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہ تھا۔ اس کے ہاتھ میں تھا ہی کیا جو وہ کوئی فیصلہ کرتی۔ سب معاملات تقدیر پہ چھوڑ کر وہ یوں الگ تھلگ ہو گئی جیسے یہ شادی اس کی نہیں کسی اور کی ہو رہی ہو۔ محلے اور خاندان کی عورتیں اس کی شاندار بری اور بارات کے ساتھ آنے والی بیگمات کے بارے میں کیا کیا تبصرے کر رہی تھیں اسے کچھ دلچسپی نہ تھی۔ نازو نے اس کے عروسی لباس اور بیش قیمت زیورات کی تعریف میں کیسے کیسے قصیدے پڑھے۔ اس نے پروا نہ کی۔ بت بنی آنے والے وقت کا انتظار کرتی رہی۔

اور تب۔۔۔ تب پہلی بار اسے اپنی یہ کوتاہی کھلی۔

"جب شادی کرنی ہی تھی تو ذرا ڈھنگ سے دلہن بھی بن جاتی۔ اب اچھا تماشا لگے گا میرا۔" وہ مایوس تو پہلے ہی تھی' مستقبل سے اب ناامید بھی ہو گئی۔

"ایک تو پہلے ہی تھوبڑا کچھ خاص نہیں۔ اوپر سے اس آٹھویں فیل بیوٹیشن نے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہوئے نجانے کیا لیپا پوتی کی ہے۔ مجھے اپنی تو نہیں' زرمین باجی کی فکر ہے لوگ انہیں ہی باتیں سنائیں گے۔ آخر اپنے دیور کے لیے میرا انتخاب ان ہی نے کیا ہے۔ چلو اچھا ہے 'اب بھگتیں اقربا پروری کا خمیازہ' بڑا شوق تھا اپنی سسرال میں مجھے کھپانے کا۔"

اس نے بے ڈھنگے پن سے آنچل کا پلو گز بھر آگے لٹکا لیا۔ کوئی ہاتھ سے پیچھے کرنے کی کوشش بھی کرتا تو میخوں کی طرح ٹھونکی پنیں کامیاب نہ ہونے دیتیں۔ باجی کو نازو سے "واردات" کی تفصیل ملی تو انہوں نے معاملہ سلجھا لیا۔ گھر آتے ہی پہلے اس کا حشر درست کروایا اور پھر مووی بنوائی۔ اور اب جاتے جاتے وہ اس کی خاصی تعریفیں کر کے گئی تھیں۔

خوشنما کی ساس تو تھیں نہیں نہ ہی کوئی نند۔ رشتے

کی ممانیوں، چچیوں نے خوب تبصرے کیے۔ ملا جلا سا ردِعمل تھا۔ تعریف بھی، پینڈو ہونے کا ہلکا سا طنز بھی۔ اور یہ جملہ تو تقریباً ہر سسرالی آنٹی نے ادا کیا۔

"ہاں بھئی، ساس سر پر نہیں، سسرالی تعلق، دیور کی منہ چڑھی بھابھی ہے، اس لیے لے آئی اپنی مرضی سے اپنے ہی خاندان کی لڑکی ورنہ اپنے نصیب کو کوئی کمی تھی لڑکیوں کی۔ خاندان میں اور خاندان سے باہر ہزاروں رشتے تھے۔ خود لڑکے کے ہی مزاج نہ ملتے تھے۔ اتنی اونچی پسند تھی۔ اب نجانے کیسے بھابھی نے قابو کیا ہوگا۔"

خوش نما کا کمزور سا دل دھڑک دھڑک جاتا یہ بے لاگ تبصرے سن کر۔ اور پھر ایک بارعب سی آواز نے ان تمام سرگوشیوں کا گلا گھونٹ دیا۔

"کیوں بچی کو گھبرائے دے رہی ہو، یوں ارد گرد جمگھٹا بنا کر۔"

اس کے سر پہ چڑھی تمام خواتین اپنی اپنی جگہ پہ بیٹھ گئیں۔ باجی نے تعارف کرایا۔

"خوشی! یہ نانو ہیں، امی کے بعد ان ہی نے اس گھر کو اور ہم سب کو سنبھالا ہے۔ طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے یہ اتنا لمبا سفر نہیں کر سکیں۔"

اس نے مدھم آواز میں سلام کیا، ایک مشفق ہاتھ اس کے سر پہ ٹھہر گیا اور ڈھیروں ڈھیر دعائیں لبوں سے برسنے لگیں۔ دعا میں بھی اپنی ہی ایک طاقت ہوتی ہے۔ اسے لگا ایک تقویت کا احساس ہوا اور سن ہوتے بدن میں زندگی کی نئی لہر دوڑی اس نے مشکور نگاہوں سے نانو کو دیکھنا چاہا۔ آنچل کی سنہری اوٹ سے ایک نورانی سا ہیولہ نظر آیا تھا۔

"کون جانے یہ دعائیں کتنی بااثر ہیں۔"

کمرے کی تنہائی اسے پھر سے کمزور کرنے لگی۔ اجنبیت کا احساس ہر احساس پہ حاوی ہو گیا۔

"میرے پلو میں ماں کی دعا تو ہے ہی نہیں۔" اس بات کا ملال اسے کئی محرومیاں دے گیا۔

ماموں، ممانی، خالو کتنے لوگ جمع تھے وداعی پہ لیکن کسی کے ہاتھ نے سر پہ ٹھنڈا سایہ نہ کیا۔ کسی کے لبوں نے سدا سکھی رہنے کی نوید نہ سنائی۔ سب کو اس کی رخصتی کی جلدی تھی جیسے ناکارہ اور سڑی ہوئی بدبودار چیز کو لوگ جلد از جلد باہر پھینکنے کی فکر میں ہوتے ہیں۔ اسے تو آنے والے وقت سے بھی کوئی خوش کن امید نہ تھی۔ اور اس کا خدشہ شاید سچ ثابت ہو رہا تھا کمرے کی سادگی مکین کی سرد مہری کو ظاہر کر رہی تھی۔ اس نے اپنا دھیان بٹانے کی غرض سے ایک بار گردوپیش کا تفصیلی جائزہ لینے کا ارادہ کیا۔

کمرہ وسیع بھی تھا اور خوبصورت بھی لیکن کسی بھی طرح ایک نئی دلہن کے لیے بطورِ خاص تیار کیا گیا معلوم نہیں ہو رہا تھا۔ سیاہ رنگ کی جھلک ہر چیز میں نمایاں تھی۔ جس نے اسے اور متوحش کر دیا۔

ہلکے سرمئی ماربل کے فرش کے کناروں پہ سیاہ پٹی کی ٹائلیں نصب تھیں۔ کمرے کے وسط میں مختصر سا سیاہ قالین گہرے سرمئی ڈیزائن سے سجا عجیب پرشکوہ لگ رہا تھا۔ سفید دیواروں پہ ہلکے سرمئی پردے لٹک رہے تھے جن پہ سلور پتیوں کی بیلیں اوپر کو بل کھاتی جا رہی تھیں۔ آئرن راڈ کا جدید اسٹائل کا بلیک فرنیچر تھا۔ نازک سی عجیب و غریب ڈیزائن والی چیئرز اور ڈریسنگ ٹیبل، آئرن راڈ کا ہی یہ بڑا سا بیڈ تھا، فرنیچر کے گہرے سیاہ رنگ میں سلور کلر کا امتزاج تھا۔

چمکتے ہوئے سلور نازک پتے جا بجا نقش تھے۔ دیواروں پہ آرائشی اشیاء مفقود تھیں۔ عقب میں ایک خوبصورت پینٹنگ ٹنگی تھی تو دائیں طرف کی دیوار پہ چیئرز کے عین اوپر نصیب کی تصویر سجی تھی۔ اس نے غور سے تصویر کو دیکھا ایسی ہی ایک تصویر اسے شادی سے پہلے نازو نے بھی دکھائی تھی۔ جسے بے دلی سے ایک نظر دیکھنے کے بعد اس نے پرے کر دیا تھا لیکن اب اس وقت اس چہرے کی تو جیسے شان ہی اور تھی شاید کمرے کے ماحول کا اثر ہوا یا پھر انلارج ہونے کے بعد تصویر کی خوبصورتی سوگنا بڑھ گئی تھی۔

خوش نما نے حیرت کے ساتھ ایک ایک نقش کا

جائزہ لیا۔ کسی مرد کی اتنی خوبصورت آنکھیں اس نے تو شاید تصور بھی نہیں کیا تھا شفاف چمکتا سنہری سی دمک لیے گورا رنگ، خوش وضع پیشانی، گھنے سیاہ بال لمبی مڑی ہوئی پلکوں والی چغتائی آنکھیں، خوبصورت کٹ والے بھرے بھرے لب وہ متحیر رہ گئی۔

شادی سے پہلے صرف ایک جھلک تصویر کی دیکھنے کے بعد ہی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ بندہ اچھا خاصا خوش شکل ہے کل مہندی کی تقریب میں نازو کے بے حد اصرار پر کھڑکی سے باہر جھانک کر اسے دیکھا تو سچ مچ پزل سی ہو گئی۔

"یہ اتنا شاندار سا شخص اور زمین باجی نے بھلا اس کے ساتھ کیا کیا، کتنا ظلم ہے یہ....." لیکن تب بھی اتنی دور سے اسے دیکھنے پر یہ اندازہ وہ نہ کر سکی کہ اس کا چہرہ اس حد تک وجیہہ ہے۔

کئی منٹ وہ ٹکٹکی باندھے دیوار پہ نصب تصویر کو تکتی رہی، باہر سے آتی آواز دولہا کے قریب آنے پہ وہ چونک گئی۔ اپنی بے ساختہ حرکت پہ قدرے محجوب سی ہو کر اس نے سر جھکا لیا۔

"چل بھئی نصیب! یہاں تک تو ہم نے پہنچا دیا۔ آگے تیرا نصیب۔" کسی مرد کی شوخ آواز سے اس کی گھٹنوں پہ دھری انگلیاں کپکپا گئیں۔

"نصیب پہ بھروسا رکھنے سے کیا حاصل، بندے کو کچھ خود ہی حفاظتی اقدامات کرنے چاہئیں یہ دیکھو اس جیب میں ہائی بلڈ پریشر کی دوا ہے اور اس میں لو بلڈ پریشر کی گولیاں، ملٹی وٹامن کا سیرپ بھی رکھ لیا ہے تاکہ اگر دل کو کچھ ہو جائے تو دو گھونٹ پی کر حوصلہ کر لوں۔ آخر لوڈ شیڈنگ میں تیار کی گئی دلہن کا دیدار کرنا ہے، دل گردہ مضبوط ہونا چاہیے۔"

"ہائیں....." اس کا کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ "یہ خبر کس نے نشر کی وہ شرمندگی سے مزید سر جھکا کے رہ گئی۔

"اچھا اب زیادہ بک بک کرنے کی ضرورت نہیں۔" زمین باجی نے اسے ڈپٹا۔

"اور اب تم سب لوگ جان چھوڑ دو اس کی ورنہ یہ یونہی کھڑا اباتیں بگھارتا رہے گا۔"

"اوہو کہاں گئی....." وہ شاید جیبیں ٹٹول رہا تھا۔

"ہوش میں لانے کی دوا تو رکھنا ہی بھول گیا بھابھی۔"

"کوئی بات نہیں، میں جوتی سنگھا دوں گی۔" باجی نے تسلی دی اور اسے تقریباً دھکا دے کر اندر گھسایا۔

"ہائے ہائے بڑے بے آبرو ہو کر اپنے ہی کوچے میں ہم آئے۔" اس نے دہائی دی اور بھابھی اس کی تک بندی پہ ہنستی واپس چلی گئیں۔

"یار! کم از کم آئندہ اتنی دور کے شہر شادی نہیں کرنی۔" انگڑائی لیتے ہوئے اس نے عجیب و غریب سا اعلان کیا جو خوش نما کے سر سے گزر گیا۔

"چار گھنٹے بارات لے جانے میں اور چار گھنٹے واپس لانے میں، تم نہیں تھکیں۔؟" کوٹ اتار کے چیئر پہ پھینکنے کے بعد اس کے قریب بیٹھتے ہوئے وہ اس قدر دوستانہ انداز میں پوچھنے لگا گویا دونوں کے درمیان عرصہ کی بے تکلفی ہو۔

"شادی اچھا خاصا بور کام ہے، ہے ناں؟" تصدیق کی خاطر وہ قدرے جھک کر آنچل کی لمبائی جانچنے لگا۔

"اور خاص طور پہ اپنی شادی، بیگانی شادی پہ تو پھر بھی کوئی نہ کوئی تماشا دیکھنے کو مل جاتا ہے۔ لیکن یہاں تو انسان خود تماشا بن جاتا ہے۔"

ابھی وہ اس عجیب سی تعارفی گفتگو پہ الجھ ہی رہی تھی کہ وہ پھر گویا ہوا۔

"سنا ہے، اب تم خاصی بہتر لگ رہی ہو۔ میرا مطلب ہے رباب کے کیے گئے میک اپ کے بعد، لیکن میں سنی سنائی پہ یقین نہیں کرتا۔"

اس کے طویل جملے کے ابتدائیہ میں الجھی وہ خود کو تسلی دے ہی رہی تھی کہ یقیناً "نصیب" کا مطلب وہ نہیں جو اسے لگا کہ اچانک اس کے گھونگھٹ الٹا دینے پہ وہ ہڑبڑا کے رہ گئی، چند سیکنڈ خاموشی سے گزرے۔ اس کے کمرے میں آنے کے بعد یہ واحد لمحات تھے

جب اس کی زبان کو بریک لگی۔ خوش نما اس خاموشی کی وجہ جاننے سے قاصر تھی۔

"یہ تمہاری رونمائی کا تحفہ۔"

"اس کی جھکی نگاہوں کے سامنے دو بھاری کنگن لہرا کر چھنکائے۔ وہ گود میں دھرے ہاتھ مزید سمیٹنا چاہتی تھی کہ اس نے اس کا ٹھنڈا برف پڑتا ہاتھ تھاما اور کنگن پہنا دیے، کتنی دیر وہ اس کے ہاتھ دیکھتا رہا خوش نما نے دزدیدہ نگاہوں سے دیکھا۔

نازو کی کئی ٹونکوں سے رچائی مہندی اس کے نازک کومل انگلیوں والے گندمی ہاتھ پہ خوب اٹھی تھی۔ مہندی کی گہری سرخی والے بیل بوٹوں سے سجا اس کا ہاتھ خاصا نکھرا نکھرا لگ رہا تھا۔ بری کی طلائی چوڑیاں سیدھے ہاتھ میں تھی جب کہ اس کلائی میں کانچ کی سنہری مینا کاری والی میرون چوڑیاں تھیں۔ ان کے آگے نصیب کے پہنائے کنگنوں نے جیسے پوری کلائی سجا ڈالی تھی۔ کچھ دیر توصیفی نظروں سے دیکھتے رہنے کے بعد نصیب نے کہا۔

"اچھا ڈیزائن ہے ناں کنگنوں کا۔ یوں تو میں نے کبھی یہ خالص زنانہ شاپنگ نہیں کی پھر بھی دیکھ لو کتنی اچھی چوائس ہے میری۔"

وہ اس کی کلائی کو کسی بے جان چیز کی طرح ادھر ادھر گھماتا ہر زاویہ سے اپنے خریدے گئے کنگنوں کا جائزہ لیتا رہا اور خوش نما کے دل کی آخری امید نے بھی چپکے سے ہار مان لی۔ ان ہاتھوں کے سوا اسے کبھی خود میں کوئی قابل ذکر چیز نظر نہ آئی تھی۔

"لاؤ اب..... میرا تحفہ؟" اس نے اپنی چوڑی ہتھیلی پھیلائی۔ وہ بے ساختہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر شرارتی سی مسکراہٹ دیکھ کر فوراً ہی دوبارہ جھک کر دبک سی گئی۔

"بھئی، یہ رونمائی کا تحفہ ہوتا ہے تو پھر جیسے میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا ہے، تم بھی تو مجھے پہلی بار دیکھ رہی ہو۔ میری منہ دکھائی کی رسم بھی پوری ہونی چاہیے، جب تمہیں اتنے مہنگے کنگن مل سکتے ہیں تو پھر ہمیں تو سونے میں تول دینا چاہیے کیوں؟" وہ اترا اترا کر کہہ رہا تھا جب کہ وہ جاننے سے قاصر تھی، یہ مذاق تھا یا خود پسندی کا سنجیدہ مظاہرہ

"ارے کہیں تم گونگی تو نہیں..... مارے گئے یعنی ٹیکنیکل فالٹ بھی ہے۔"

"اس کے "بھئی" نے تو خوش نما کو جیسے آگ ہی لگا دی، چڑ کر بولی۔

"جی؟ کیا مطلب؟"

"چلو شکر ہے، اتنا اطمینان تو ہوا کہ آواز سلامت ہے یعنی بالکل اندھیر نہیں پڑا۔" وہ سکون کی سانس لیتے ہوئے کہنے لگا۔

"اور آواز نہ صرف ہے، بلکہ خاصی مدھر اور دلنشین سی بھی ہے۔" اس نے بلاشبہ پچھلے آدھ گھنٹے میں یہ پہلا جملہ اپنی نئی نویلی دلہن کی تعریف میں کہا تھا۔ وہ شرماتے ہوئے دل ہی دل میں مسرور ہو ہی رہی تھی کہ نصیب کا اگلا جملہ اسے سیدھا ذہن پر پیچ گیا۔

"اور کیوں نہ ہو، ایسی شکل و صورت والی خواتین کی آوازیں ہمیشہ ہی خوبصورت ہوتی ہیں، شاید خدا اس طرح ہی ازالہ کر دیتا ہے جیسے لتا، رونا لیلی، شازیہ منظور

وغیرہ ویسے کبھی کبھی شکل اور آواز دونوں ہی سونے پہ سہاگہ ہو جاتی ہیں جیسے نصیبو لعل۔"

مرے مرے دل کے ساتھ وہ اس کے اترائے لہجے کی لن ترانیاں سنتی رہی۔ لباس تبدیل کرنے سے قبل اس نے ڈریسنگ روم میں نصب قد آدم آئینے میں خود کو جانچنا چاہا۔

"کیا میرے وجود میں کچھ بھی ایسا نہیں کہ وہ اپنی ذات سے ہٹ کر ایک نظر مجھ پہ بھی ڈال لیتا۔"

اس سوال نے اسے آئینے کے سامنے لا کھڑا کیا ورنہ پہلے نازو کے اور اب رباب کے تیار کرنے کے بعد باجی کے کہنے کے باوجود اس نے خود کو دیکھنا گوارا نہ کیا تھا۔

بھاری میرون شرارے میں ملبوس، فل میک اپ کے ساتھ وہ خود کو پہچان نہ پائی۔ چہرے کے اطراف پھیلے بھاری دوپٹے سے زرتار شعاعیں پھوٹ کر سانولے چہرے کو ایک جگمگاہٹ سی دے رہی تھیں۔ صبیح پیشانی پہ میرون نگوں والا گولڈن ٹیکا، چھوٹی سی ناک میں انگلی چاند کے بالے جیسی نازک سی نتھ، لانبی گردن میں جڑاؤ گلوبند، دونوں ہاتھوں میں بھری بھری طلائی اور کانچ کی چوڑیاں اس کے دلہناپے کو مکمل کر رہی تھیں۔ اس نے ذرا قریب سے خود کو دیکھنا چاہا۔

"نہ تو رونا لیلیٰ کی سی سیاہ پکی رنگت ہے نہ شازیہ منظور والی گول شیشوں کی عینک نہ ہی لتا منگیشکر کی طرح چہرے پہ چیچک کے نشان، پھر کیا سوچ کر اس نے مجھے "ایسی صورتوں" میں شمار کیا۔ اگر اتنی لیپا پوتی اور مصنوعی چمک دمک کے سہاروں کے ساتھ بھی میں اسے ایک آنکھ نہیں بھائی تو پھر مجھے سمجھ جانا چاہیے کہ کل صبح منہ دھونے کے بعد میرے چہرے کے میک اپ کے ساتھ ساتھ نصیب کی وقتی مروت بھی بہہ جائے گی۔"

♥ ♡ ♡ ♥

"محترمہ خشک نما..... خشک نما....."

اسے سوتا ہوا چھوڑ کر وہ ابھی واش روم گئی تھی۔ رات کو کلینزنگ ملک سے میک اپ صاف کر دینے سے اسے کوئی خاص تسلی نہ ہوئی تھی۔ اس وقت وہ صابن کے جھاگ اڑاتے ہوئے رگڑ رگڑ کر چہرہ دھو رہی تھی کہ دروازہ دھڑ دھڑ پیٹنے کے ساتھ وہ خود بھی بلند آواز میں اسے پکارنے لگا۔ گھبرا کر دو تین چھپاکے مارتے ہوئے اس نے چہرہ صاف کیا اور دروازہ کھول دیا۔ وہ سامنے کھڑا جمائی لے رہا تھا۔

"اتنی دیر سے میں..... ہیں.....؟ یہ تم شیو کر رہی تھیں؟" اس کے بے تکے سوال پہ خوش نما گڑبڑا گئی، پلٹ کر بیسن کے اوپر لگے آئینے میں چہرہ دیکھا، جلدی میں صحیح طرح پانی سے صاف نہ کرنے کی وجہ سے اچھی خاصی جھاگ ٹھوڑی اور کانوں کے پاس لگی ہوئی تھی۔ خجل سی ہو کر وہ دوپٹے کے ساتھ چہرہ رگڑنے لگی۔

"وہ میں میک اپ صاف کر رہی تھی۔"

"دھو رہی تھیں یا کھرچ رہی تھیں۔ خیر جو بھی کرنا ہے ذرا جلدی کرو بھابی نے اعلان کر دیا ہے آج سے مجھ اکیلے کو ناشتہ ہرگز نہیں ملے گا۔ اب تم ڈائننگ ٹیبل کو رونق بخشو گی تو مجھ غریب کو کچھ کھانے کو ملے گا۔"

وہ بال سکھانے کے بعد دوپٹہ پھیلا کر کمرے سے نکلنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ نرمین باجی آ گئیں۔ ساتھ ہی ایک ہنستی مسکراتی خوش باش سے چہرے والی لڑکی بھی تھی۔

"رباب! تم اسے جلدی سے تیار کر دو، میں ذرا کچن میں دیکھوں، ناشتہ کہاں تک پہنچا۔ اور ہاں وہ لائٹ پنک سوٹ نکالنا، ساتھ میں کوئی لائٹ سا سیٹ۔" عجلت میں اسے ہدایت دیتی وہ نیچے اتر گئیں۔ اس نے پسندیدہ نظروں سے رباب کو دیکھا۔

"تو یہ ہے نصیب کی وہ خالہ زاد جس نے کل مجھے تیار کیا، افسوس بے چاری کی محنت ضائع گئی۔"

کل باجی نے تعارف تو کروایا تھا مگر دلہن بنی خوش نما اسے دیکھ نہ پائی تھی، اب سادہ سے انداز میں مسکراتی وہ لڑکی اسے پہلی ہی نظر میں اچھی لگی۔ رباب کی

آنکھوں میں بھی اس کے لیے پسندیدگی تھی۔

"واؤ بھابھی! آپ کی اسکن کتنی فریش اور لائیو ہے۔ کتنی شائن ہے آپ کے بالوں میں، سچ کہوں رات سے زیادہ آپ اس وقت اچھی لگ رہی ہیں۔"

اس کی پونی کھول کر اس نے شانوں تک آتے ہلکے گھنگھریالے بال پھیلا دیے۔

"ایسے زیادہ جچ رہے ہیں۔ اور میک اپ سے تو آپ کی اسکن کی ساری خوبصورتی ہی چھپ جاتی ہے بس یہ مسکارا اور یہ لائٹ پنک لپ اسٹک ہی ٹھیک ہے۔" اس نے جارجٹ کے سبز کڑھائی والے سوٹ سے ہم رنگ لپ اسٹک نکالی تو خوش نما گھبرا گئی۔

"نہ نہ.... نہیں.... یہ کلر نہیں.... اتنے لائٹ شیڈ کی لپ اسٹک سے میرا رنگ دبا دبا لگے گا۔"

"ایویں ہی.... میں باقاعدہ بیوٹیشن ہوں جناب، چہرے اور رنگت کے حساب سے ہی میک اپ کرتی ہوں، تیز رنگوں کی ضرورت پھیکے کومپلیکشن والی لڑکیوں کو ہوتی ہے کیونکہ زیادہ سفید رنگت ہلکے میک اپ کے ساتھ اڑی اڑی سی لگنے لگتی ہے۔"

اس کے انکار کو کسی خاطر میں نہ لاتے ہوئے وہ اپنا کام کرتی رہی۔ آنکھوں کو بلیک لائنر اور مسکارے سے نمایاں کر کے، لبوں پہ ایک تہہ گلوری شائن والی لپ اسٹک کی لگائی، تھوڑے سے فیس پاؤڈر کے پف کے ساتھ میک اپ مکمل ہوا۔

"یہ لیجیے، نہ چہرے کی رنگت یکساں دکھانے کے لیے فاؤنڈیشن لگانا پڑا نہ ہی چھائیاں، حلقے چھپانے کے لیے کنسیلر استعمال کرنا پڑا نہ ہی مصنوعی چمک کے لیے ہائی لائٹر ضائع کرنا پڑا۔" خوش نما ہولے سے مسکرا دی۔

اسے رباب کا یہ تعریفی تبصرہ سراسر پروفیشنل عادت محسوس ہوا۔ (شاید سب ہی بیوٹیشنز اپنی کلائنٹس کی تعریفوں میں یونہی زمین آسمان کے قلابے ملاتی ہیں۔ ورنہ ایسی ہی بات ہوتی تو رات کو بھی تو اس نے تیار کیا تھا مجھے۔ نصیب کو کیوں نہ نظر آئی یہ چمک.... یہ تازگی) وہ بے دلی سے اس کی بقایا کارروائی دیکھتی رہی۔

میرون چوڑیاں اتار کے اس نے میچنگ کی چوڑیاں پہنانی چاہیں تو اس نے منع کر دیا۔

"بس یہ کنگن ٹھیک ہیں۔"

"ارے یہ تو میں نے دیکھے ہی نہیں، اچھا اچھا۔ نصیب بھائی کا تحفہ ہوگا۔ ہاں بھئی اب آپ کو کچھ اور کہاں جچے گا ان کلائیوں میں۔"

سفید نگوں والی جھمکیاں، گلے میں نانو کی دی گئی چین پہن کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ڈائننگ روم میں اس نے سب کو فردا" فردا" سلام کیا۔ حسیب بھائی، بچے، ابا جی اور نانو سمیت سب ہی موجود تھے۔ نصیب کی خالہ یعنی رباب کی امی آنٹی نور جہاں بھی تھیں۔

"ماشاء اللہ، دلہن پہ روپ تو بڑا چڑھا ہے۔"

وہ حیرت سے آنٹی کو دیکھنے لگی۔ یہ ماں بیٹی کو دوسروں کا دل رکھنے کی عادت ہے یا پھر ان دونوں کا معیار حسن ہی اتنا کمزور سا ہے۔"

"شکر ہے، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے، تم آگئیں۔" دوسرے دروازے سے اندر آتے نصیب نے والہانہ انداز میں اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"سو چکر لگا چکا ہوں تمہارے انتظار میں یہاں سے وہاں تک لیکن تمہیں شاید آتش شوق بھڑکانے میں مزا آتا ہے۔" اس کے بے باک انداز پہ وہ جھینپ گئی۔

"اب تمہیں دیکھا ہے تو جان میں جان آئی ہے، مچلتے دل کو قرار ملا ہے۔" اس نے سٹپٹا کر ابا جی اور نانو کو دیکھا پھر اسے۔ (تنہائی میں تو اپنے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا اب اتنے لوگوں میں کس لیے کھلم کھلا بے تابی دکھا رہے ہیں۔)

"شکر ہے اب ناشتہ تو ملے گا۔ بھابی! آگئیں آپ کی دیورانی، خدا کا واسطہ ہے اب تو کچھ کھانے کو دے دیں۔" اگلے ہی لمحے اس کی بے تابی کی وجہ سامنے آگئی۔ اپنی خوش فہمیوں کو زور سے ڈپٹ کر کونے لگانے کے بعد وہ چپ چاپ سلائس کترنے لگی۔

ناشتے کے بعد سب اسے گھیر کر بیٹھ گئے۔

"خالہ! آپ مجھے تو جانتی ہی ہیں ناں؟" جگنو نے

تصدیق چاہی۔

"یہ اب تمہاری خالہ نہیں، چچی ہیں۔" باجی نے اطلاع دی۔

"تو پھر خالہ کہاں گئیں؟" بلبل پوچھنے لگی۔

"اسے میں نے کھالیا۔" نصیب نے اطمینان سے کہا۔

"ہٹو پرے جی سارے..." ایک موٹی تازی سانولی سی نوعمر لڑکی جو یقیناً "ملازمہ" تھی آگے بڑھی۔

"پہلاں، میرا تارف (تعارف) کراؤ باجی ہوراں سے۔ میرا ٹیم ختم ہونے والا ہے۔"

"تم تو ایسے کہہ رہی ہو من دو من! جیسے دنیا میں تمہارا وقت تمام ہو چکا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ تمہاری باجی ہوراں نہیں بھابی ہوراں ہیں اگر تمہارے دلی جذبات کو کوئی ٹھیس نہ پہنچتی ہو تو...." نصیب نے تصحیح کی۔

"کیا جی! کس کو کیا نہ پہنچتی ہو؟ میں کیوں نہ بھابی کہوں گی.... سو سو باری کہوں گی۔" الفاظ اس کے سر پرے گزر گئے تھے لیکن بات بہرحال سمجھ میں آگئی تھی۔

"سو سو دفعہ کہنے سے کیا تمہیں زیادہ تنخواہ مل جائے گی۔ کیا اوور ٹائم لگانے کا ارادہ ہے۔؟"

"نئیں تے ناں سئی، میں آپے بتاتی ہوں بھابی جی کو، میں ناں جی انجمن ہوں انجمن، اتی سی تھی جب سے یہاں کام کر رہی ہوں۔" اس نے انگوٹھے اور انگشت شہادت سے انچ بھر کا اشارا کیا۔ سب کے ساتھ ساتھ اسے بھی ہنسی آگئی البتہ نصیب نے ٹوک دیا۔

"خدا کا خوف کرو من دو مین! اتی سی تو تم کبھی بھی نہیں رہیں۔ ہاں اتنی ضرور تھی جب ہمارے گھر آنا شروع ہوئیں۔ اس نے تین سالہ بلبل کی طرف اشارا کیا۔

"اور یہ بھی جھوٹ ہے کہ تم تب سے یہاں کام کر رہی ہو۔ تب تمہاری اماں یہاں صفائی کرتی تھیں اور تم صفایا۔ فریج سے، کچن سے...."

"بھابی! آپ کا ناں (نام) بوت سوہنا ہے۔ مجھے اپنا ناں پسند نئیں۔ دراصل میری بے بے کو سلطان راہی بہت پسند تھا وہ کہتی تھی پتر ہوا تو ناں سلطان راہی رکھوں گی پر اس کو نری بیٹیاں ہی ہوئیں۔ چوتھی واری میں ہوئی تو اس نے چڑ کر میرا ناں انجمن رکھ دیا کہ شاید میرے ناں کے پچھے سلطان راہی بھی آجائے پر ناں جی...." وہ تیل سے بھرا بڑا سا سر ہلانے لگی۔

"یہ جو نصیب پائی جان ہیں، ہر کسے کا ناں وگاڑتے ہیں۔ مجھے انجمن نہیں من دو من کہتے ہیں۔ بوبے کو کبا کہتے ہیں۔ رباب باجی کو کباب، منظر کو بندر، وڈی بھابی ہوراں کو غمگین بھابی کہتے ہیں پر آپ کا ناں کیسے وگاڑیں گے 'اتنا پیارا ناں....'"

تب ہی اسے نصیب کا صبح سویرے پکارنا یاد آگیا۔

"خشک نما...."

صبح اپنی رو میں اس نے توجہ نہ دی تھی اب ساری بات سمجھ میں آگئی اور اس سے اس رعایت کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ سب کے سامنے اس فضول سے نام سے پکارنے سے پرہیز کرے گا۔

"چلو اب ہٹو بھی، جم کے ہی بیٹھ گئی ہو۔ جاؤ وہ ڈھیر برتنوں کا دھوؤ۔" خالہ نور جہاں نے اسے ہٹانا چاہا۔

"بیٹھے رہنے دیں ناں ملکہ ترنم.... آپ کا کیا لیتی ہے بیچاری۔" نصیب نے اس کی سائیڈ لی پھر پلٹ کر دوسرے ملازم کو آواز دی۔

"ہاں بھئی محبوب! عرف بوبا عرف کبا! تم کیوں دور کھڑے شرما شرما کر شمیم آرا بننے کی کوشش کر رہے ہو، آگے آؤ، کہیں تمہارے دل میں کوئی حسرت نہ رہ جائے۔ تعارف کی۔" منحنی سا بوبا شرماتے لجاتے آگے بڑھا اور منمناتی آواز میں سلام کر کے پلٹ گیا۔

"بھابی جی! یہ کڑے پائی جان نے دیے ہیں۔ میں صدقے کتنے اچھے ہیں۔"

"بوبے! ذرا اس من دو من کو پچھلے خالی پلاٹ میں پھینک آؤ۔" نصیب کے آرڈر پہ وہ کنگنوں کی تعریف کرنا بھول گئی۔

"ہائے ہائے کیوں خیری صلاّ۔"

"خود ہی تو کہہ رہی ہو میں صدقے اور صدقے کی چیزیں کوئی گھر میں تو رکھتا نہیں' باہر پھینکتے ہیں۔"

"آپ بھی ناں پائی جان ہر ویلے مخول (مذاق) ہی کرتے رہتے ہیں۔ ہاں بھابھی جی میں کہہ رہی تھی یہ جو کڑے ہیں بالکل ویسے ہی ہیں جیسے صبیحہ (صائمہ) نے فلم میں پہنے تھے اور وہ گانا گایا تھا۔

گل سن وے سجن دیا کنگنا

چونڈی وڈ (چٹکی بھر کے) کر مینوں تنگ نا

بھائی جی! یہ بھی چونڈی تو نہیں وڈتے؟

"نہیں لیکن پائی جان زیادہ بک بک کرنے والوں کی "دھون وڈتے" (گردن کاٹتے) ہیں۔" اس بار اس کے دھمکانے پہ وہ سچ مچ ڈر کے بھاگ گئی۔

"بیٹی! تم تو کچھ بولتیں ہی نہیں' کب سے ایسے چپ چاپ بیٹھی ہو۔" تانو نے پیار سے اسے مخاطب کیا۔

"بھابی کی آنکھیں جو بولتی ہیں' انہیں کیا ضرورت ہے الفاظ ضائع کرنے کی۔" یہ رباب کی رائے تھی۔

"قسم سے اتنی پیاری آنکھیں۔۔۔"

"کہاں ہیں۔۔۔؟ کہاں ہیں؟" نصیب اخبار چھوڑ چھاڑ اس کے قریب آ بیٹھا' وہ گھبرا اٹھی۔

"کہاں ہیں؟ مجھے بھی دکھاؤ۔۔۔ اچھا وہ۔۔۔ وہ رہیں۔۔۔" وہ کو لمبا کھینچتا ہوا وہ آنکھیں سکوڑ کر اس کے چہرے پہ کچھ ڈھونڈنے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔ باجی نے ایک دھپ پیچھے سے اس کی کمر پہ لگائی۔

"تو تنگی۔۔۔ ڈرامے باز۔۔۔ ایکٹر ہے پورا۔"

"مجھے تو لگ رہا ہے دلہن کی شکل کسی ایکٹریس سے ملتی ہے۔ نہیں نہیں۔۔۔ ایکٹریس سے نہیں ماڈل سے۔" خالہ نور جہاں نے نیا شوشہ چھوڑا۔ "وہ کس اشتہار میں آتی ہے بھلا؟"

"ڈٹرجنٹ کے اشتہار میں۔" جواب نصیب نے دیا۔ "وہی ناں خالہ جو بڑی مسرت کے ساتھ اعلان کرتی ہے کہ اب اس کا شوہر چاہے نہاری کھا کر پلیٹ کرتے کے دامن سے پونچھے' چاہے گولہ گنڈا قمیص کے گلے پہ گرا ڈالے' چاہے سائیکل کی گریس نئے ریشمی تہبند سے صاف کرے۔۔۔ اب کوئی غم نہیں۔۔۔ کیونکہ صفاچٹ ڈٹرجنٹ میرے میلے کچیلے شوہر کے غلیظ کپڑوں کے ساتھ ساتھ کالی بھجنگ دیگچیوں کی کالک بھی صاف کر ڈالتا ہے۔۔۔ ڈنگ ڈانگ۔۔۔ خوب یاد دلایا خالہ! آپ نے بالکل ملتی ہے شکل۔"

وہ اتنے سارے لوگوں کے قہقہوں کے جواب میں لب کچلتی رہی۔ دل تو چاہ رہا تھا۔ ابھی اور اسی وقت محفل سے اٹھ کے چلی جائے لیکن۔۔۔ کیسے۔۔۔ کس برتے پہ وہ اتنا طنطنہ دکھاتی' تانو شاید اس کی کیفیت بھانپ گئیں۔ باجی کو اشارا کیا کہ وہ اسے کمرے میں لے جائیں۔ وہاں سے نکلتے ہوئے اس نے تانو کو نصیب سمیت سب ہی کھی کھی کرنے والوں کو ڈانٹتے سنا۔

"ہم تو بس یونہی ہنس پڑے تانو! نصیب بھائی نے بات ہی ایسی کی۔" رباب دبے دبے انداز میں بولی۔

"یہ تو ہے ہی بدتمیز۔"

"کمال ہے ذرا سا مذاق ہی تو کیا ہے۔"

"ہنسی مذاق کا بھی کوئی وقت ہوتا ہے' موقع محل ہوتا ہے۔ یہ تو دیکھو' اس کی پہلی صبح ہے اس گھر میں' گھلتے ملتے کچھ دن لگیں گے۔ رفتہ رفتہ تمہارے اوٹ پٹانگے بونگے مذاق کی بھی عادی ہو جائے گی۔ ابھی کچھ دن تو بخش دو۔ لے کر درگت بنا کر رکھ دی بیچاری بچی کی۔"

"مجھے کیا ضرورت بنانے کی۔ محترمہ "ریڈی میڈ" ہیں۔" باجی کے دروازہ بند کر کے واپس پلٹنے تک وہ نصیب کا یہ جملہ بھی سن چکی تھی۔ جو اس کے آنسوؤں کے بند توڑنے میں خاصا مددگار ثابت ہوا تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

یہ رونا' سسکنا' اس کے لیے نئی بات تو نہیں تھی۔ فرق صرف اتنا پڑا تھا کہ پہلے ہر چوٹ پہ وہ اماں کی گود میں منہ چھپا کے رویا کرتی تھی۔ جب اماں نہ رہیں' کوئی اس کے اشک پونچھنے والا بھی نہ رہا۔ پھر نجانے کیسے نرمین باجی آگے بڑھیں۔ اسے امید کا ایک جگنو تھمایا اگرچہ وہ خوش فہم تو کبھی بھی نہ رہی تھی لیکن بندہ

بشریٰ تو تھی، سو دل کے کسی کونے میں ڈرتے جھجکتے
ذرا سی امید بھی روشن کر بیٹھی اب نصیب کا رویہ اس
آخری امید کا بھی قاتل ثابت ہوا، اس لیے آج اس
کے رونے میں عجیب ہی دل شکستگی اور بے بسی تھی۔

ہوش سنبھالتے ہی اس نے خود کو اماں کے ساتھ
ماموؤں کے در پہ پڑا دیکھا، اور ماموں بھی سوتیلے، سگے
بھائی بھی شاید ہی کشادہ دلی سے کسی مطلقہ بہن کو عمر بھر
کے لیے سر پر سوار کرتے ہوں اور یہاں تو سوتیلے پن
کی رعایت بھی تھی لیکن۔۔۔ دنیا، دنیاداری بھی تو کوئی
چیز ہے۔ آخر تھی تو بہن۔

طلاق کے بعد بچی سمیت شوہر نے تو گھر سے نکال
دیا۔ بھائی کیسے نکالتے، آخر اسی دنیا میں رہنا ہے، اسی
خاندان میں بسنا ہے۔ سو سو باتیں سننے کے بجائے بہتر
تھا کسی نہ کسی طرح دل پہ جبر کرتے ہوئے گھر کے کسی
کونے میں ڈال لیا جائے۔ دنیا والوں کی زبان تو بند
ہوگی۔ گھر کی چار دیواری کے اندر بھلے ہی ٹھوکروں کی
زد پہ رکھیں، جھوٹے برتن چٹائیں، اس بات کی دنیا کو
فکر تھیں۔ اب کوئی سوال نہ کرنے آئے گا۔ الٹا واہ واہ
ہی ہوگی۔ یہ سوچ کر دونوں ماموں بہن کو لے ہی
آئے۔ بیویوں کو بھی سمجھالیا۔ (خاصی شرطوں کے
ساتھ) اور ہر ہر شرط ممانیوں نے اپنے پورے مفاد میں
رکھی۔

سر پہ چھت دینے اور دو وقت کی روٹی (کیسی بھی)
کے علاوہ کسی چیز کی ذمہ داری نہ لی۔ اتنی مہربانی ضرور کی
کہ شرط سے انحراف کرتے ہوئے اپنی اور بچوں کی
اترن بھی عنایت کردی جاتی جس نے اماں کو خوش
گمانیوں میں مبتلا کردیا وہ سمجھنے لگیں کہ شاید شرائط
میں لچک کی گنجائش ہے۔ اسی برتے پہ خوش نما کے
پانچ سال کا ہونے کے بعد بھائیوں سے اسے اسکول
داخل کرادینے کی فرمائش کر بیٹھیں۔ اس قدر بھونچال
آیا کہ مانو سر پہ رکھی چھت تک اڑنے لگی۔ بوکھلا کر وہ
فوراً "کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے توبہ توبہ کرنے لگیں
لیکن دل کو کیسے مارتیں، بھائیوں کے بچوں کو روز صبح
صاف ستھرے یونیفارم میں چمکتے شوز کے ساتھ بیگ
اٹھائے اسکول جاتے دیکھتیں تو فرش پہ بیٹھی ناکارہ اور
فضول سی چیزوں کے ساتھ کھیلتی بیٹی کے سامنے اپنا
وجود مجرم لگنے لگتا۔

اس کے کھلونے ایسے ہی ہوتے تھے۔ بیٹری ختم
ہوئے سیل، بسکٹ کے خالی ڈبے، بال پوائنٹ کے
ڈھکن، بوتلوں کے ڈھکن۔۔۔ ایسا ہی عجیب سا حلیہ
بھی ہوتا، شمائلہ کے پرانے فراک جو اس کے ٹخنوں
تک آتے، کبھی ربنا کی شلوار جو گھٹنوں سے ذرا ہی نیچے
ہوتی، نوید کی گھسی ہوئی نیکریں۔۔۔"

انہی دنوں اماں کی چچازاد بہن کویت سے مستقلاً
لاہور منتقل ہوگئیں۔ ان کے لیے تو جیسے ہارون اور سجاد
بھائی ویسے ہی خوش بخت بہن، بچپن میں اور لڑکپن
میں خاصی دوستی بھی رہی دونوں میں پھر شادی کے بعد
وہ کویت اور یہ پہلے سسرال اور اب اس جنم کدہ میں
آکر بس گئیں۔ ناجو ران کے حالات جان کر اور سب
سے بڑھ کر خود ان کی کم ہمتی دیکھ کر دنگ رہ گئیں۔
سخت سست سناتے ہوئے انہیں شرم دلائی۔

"وہ تو فرعون بنے بیٹھے ہیں، سگے سوتیلے میں الجھ کر
یہ فراموش کر بیٹھے ہیں کہ خون تو تم میں بھی اسی باپ کا
ہے جس کا نام ان کے ناموں کے آگے لگا ہے۔ شوہر
بھی تمہارا بے غیرت نکلا جو بیوی کے ساتھ ساتھ
معصوم بچی کو بھی گھر سے باہر نکال دیا۔ لیکن میں
پوچھتی ہوں تمہاری اپنی ممتا کہاں گئی؟ کس قدر سکون
سے تم اپنی اکلوتی اولاد کو رلتے دیکھ رہی ہو۔ ذرا اس کا
حال تو دیکھو۔۔۔ سنا تھا باپ مرجائے تو اولاد رل ہی جاتی
ہے، ماں مرے تو رل جاتی ہے۔ مجھے لگتا ہے تم مرچکی
ہو۔ تمہارا ہر احساس، ہر ذمہ داری مرچکی ہے۔ باپ
شوہر اور بھائی کے بعد دنیا ختم تو نہیں ہوجاتی۔ تم چاہو تو
خود اپنی بیٹی کی ڈھال بن سکتی ہو۔"

"میں کیا کروں، اکیلی عورت بڑی کمزور ہوتی ہے،
اس نے بھی کل کو جوان ہونا ہے کہاں خوار کرتی پھروں
اسے۔"

"میں نے کب کہا کہ تم یہاں سے نکلو، یہ تمہارے
باپ کا گھر ہے تمہارا پورا حق ہے کس کی ہمت جو

تمہیں یہاں سے نکالے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تم خود کچھ ہاتھ پیر ہلا کے اپنی بچی پالو بغیر اچھی خوراک' لباس اور سب سے بڑھ کر تعلیم کے بغیر اسے پال کر تم اس پہ کیا احسان کروگی۔"

بات تو خوش بخت کے دماغ میں آگئی لیکن راستہ نہ سجھائی دیا۔ تعلیم ایسی خاص نہ تھی' ملازمت کر نہ سکتی تھیں' برتن مانجھنے پہ بھی راضی تھیں۔ لیکن بھائیوں کی غیرت اور خاندان کی عزت آڑے آتی تھی۔ یہاں بھی تاجور نے مدد کی۔ وہ اپنا بوتیک شروع کر رہی تھیں جانتی تھیں کہ خوش بخت سلائی جانتی ہیں' اس لیے اپنے کئی آرڈر دے ڈالے۔ اتنے سالوں تک بھابیوں اور ان کے بچوں کے لیے ڈھیروں ڈھیر کپڑے سی سی کر اب ہاتھ میں اور صفائی آچکی تھی۔

کئی بار سوچا کہ اگر بھابیاں تھوڑی بہت اُجرت دے دیا کریں تو..... لیکن کہنے کی ہمت نہ کی' اشارے کنائے سے محلے کے گھروں کے کپڑے سینے کی اجازت ضرور طلب کی جسے خاصے غیض و غضب کے مظاہرے کے بعد رد کر دیا گیا۔ تاجور کی مدد خاصی امید افزا تھی۔

خوش نما کی تربیت میں بھی بروقت تبدیلی آئی' اسکول جانے اور ماں کے خود مختار ہونے کے احساس نے اسے اعتماد بخشنا شروع کر دیا۔ اب کٹ پیس سے بھی سہی مگر اماں اس کے لیے نئے کپڑے سیتی تھیں۔ سستے ہی سہی مگر کھلونے ہوتے تو تھے۔ انگلش میڈیم اسکول میں وین میں بیٹھ کر بھلے نہ جاتی تھی لیکن پیدل چل کر سرکاری اسکول میں بھی اس نے تعلیم و ذہانت کے وہ ریکارڈ قائم کیے جو ماموؤں کی اولادیں کئی سہولیات ہونے کے بعد بھی حاصل نہ کر پائیں لیکن ایک احساس سے وہ نجات حاصل نہ کر پائی تھی۔ اور وہ نہ باپ سے محرومی تھی اور نہ اس کے حوالے سے اماں کو ملنے والی ذلت' کوئی اولاد کی وجہ سے بیوی چھوڑتا ہے کوئی دوسری عورت کے چکر میں پڑ کے۔ کوئی جہیز کے لالچ میں۔

اس کی اماں کا قصور کم صورتی تھا۔ کشمیری خاندان سے تعلق رکھنے والے' وجیہہ باپ اور حسین و جمیل سی ماں کے ہوتے ہوئے بھی انہوں نے نجانے کس کے نقش لیے تھے۔ تنگ پیشانی' قریب قریب لگی چھوٹی اندر کو دھنسی بٹن نما آنکھیں' باہر کو نکلے دانت جن کی وجہ سے دہانہ بھی پھیلا پھیلا سا لگتا۔ موٹی بیٹھی ہوئی ناک اور ٹھوڑی پہ بدنما سا مسّہ' شکل سے ہی وہ کرخت سی بدمزاج عورت نظر آتیں لیکن یہ تو ان کو قریب سے جاننے والے جانتے تھے کہ اس بدہیئت اور بے کشش وجود میں کس قدر حسین فطرت چھپی ہوئی ہے۔ خوش نما کو اماں سارے جہان سے پیاری لگتیں پھر بھی وہ یہ سوچتی ضرور۔

اماں کا رنگ تو صاف ہی ہے' بدن بھی دبلا پتلا ہے اگر آنکھیں' ناک اور ہونٹ بھی خوبصورت نہ سہی مناسب ہی ہوتے تو اماں کتنی اچھی لگتیں' یہ دانت بھی ٹھیک ہو سکتے تھے اور مسّہ بھی غائب کروا دیا جاسکتا تھا اس کے اپنے نقش اپنی اپنی جگہ مناسب و موزوں تھے لیکن قسمت..... کہ رنگ اس نے باپ کا لیا' سانولا..... جس کی وجہ سے ماموؤں کے گورے چٹے موٹے تازے کشمیری بچوں کے درمیان وہ سیاہ دھبہ محسوس ہوتی۔ سب اسے کالو کہہ کر پکارتے۔ جیسے جیسے اس کا قد نکلتا گیا۔ رنگ صاف ہو گیا۔

نقوش کی دلکشی مزید کھل کے سامنے آگئی۔ سراپا بھی بڑا سبک سا تھا لیکن اماں کے حوالے سے شکل و صورت کا یہ کامپلیکس اس کے دماغ سے نکل نہ سکا۔ کالج جانے کے بعد بھی یہی حال رہا۔ فرینڈز اکثر کہتیں۔

"ہائے خوش نما! تمہارے ہاتھ کتنے پیارے ہیں نازک نازک سے۔"

"یار! تمہاری اسکن بہت ملائم ہے' کیا لگاتی ہو۔۔؟" یا پھر۔

"یہ کلر اچھا لگ رہا ہے تم پہ۔"..... لیکن یہ کوئی نہ کہتا..... "خوش نما! تم کتنی خوبصورت ہو' تم ہر رنگ میں اچھی لگتی ہو۔"

اور کیوں کہتا' کالج میں ایک سے ایک حسین لڑکی

موجود تھی۔ کسی کے بال گھٹاؤں جیسے تھے تو رنگ میں گلابیاں گھولنے میں بھی قدرت نے فیاضی سے کام لیا تھا۔ کسی کے لب یاقوتی تھے تو نیلم سی آنکھیں اور چار چاند لگاتیں، جب کہ وہ بس ٹھیک ہی تھی۔

تاجور آنٹی کا پاکستان آنا شاید اس کے لیے غیبی امداد تھی، اماں کے گزر جانے کے بعد بلاشبہ وہ بے حد اکیلی رہ گئی تھی لیکن پھر بھی یہ سوچ سوچ کر لرز جاتی کہ اگر خدانخواستہ تاجور آنٹی نے اماں کی ہمت نہ بندھائی ہوتی تو آج اماں کے بعد ماموں کے گھر کی باورچن اور جمعدارنی وہ ہوتی۔

اماں جاتے جاتے اسے تعلیم کی مضبوطی عطا کر گئی تھیں۔ ان کی انتھک محنت نے اسے ایم اے کروا بھی دیا تھا لیکن افسوس رزلٹ آنے سے پہلے ہی اماں گزر گئیں۔ بہن کو تو پھر بھی کسی نہ کسی طرح برداشت کر لیا تھا لیکن اس کی یہ بیٹی سراسر ناکارہ وجود تھی۔ جو نہ تو مفت میں کپڑے سی سکتی تھی نہ ہی درجنوں افراد کے لیے روٹیاں پکا سکتی تھی۔

یہاں بھی تاجور آنٹی کام آئیں، وہ اسے اپنے ساتھ لے آئیں۔ تسلی دینے میں انہیں کمال حاصل تھا روتی بلکتی خوش نما کو چند دنوں میں اس حالت تک تو وہ لے آئیں کہ وہ اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں سوچنے کے قابل ہو گئی۔ اس کا ارادہ تھا کہ رزلٹ آنے کے بعد وہ کوئی جاب کر لے گی۔ چاہے کم تنخواہ والی ہی کیوں نہ ہو۔ اس کا خرچہ ہی کتنا تھا ابھی وہ یہ پلاننگ کر ہی رہی تھی کہ تاجور آنٹی کی بڑی بیٹی زمین باجی نے دھماکا کر دیا۔

وہ ماں سے بڑھ کے فلاحی منصوبہ لائیں۔ اپنے اکلوتے اور کماؤ دیور کا رشتہ یتیم و مسکین بے آسرا سی خوشنما کے لیے لا کر، وہ ہرگز تیار نہ ہوتی لیکن تاجور آنٹی کی ایک ہی بات نے اسے تھکا کر ایک طرف بٹھا ڈالا۔

"بیٹا! میں بھی بہوؤں والی ہوں، تمہاری ماں تمہارے ماموؤں کی سگی بہن نہ تھی، اس لیے تم اس کا حال دیکھ چکی ہو، تم بھی میرے بیٹوں کی دور پرے کے رشتے سے بہن لگتی ہو۔ میں جب تک ہوں، چاہے کس دل سے بھی سہی وہ تمہیں برداشت تو کر لیں گے لیکن میرے بعد۔ ذرا سوچو کیا تم وہ زندگی گزارنا چاہو گی جو خوش بخت۔"

"نہیں لیکن آنٹی! اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ میری شادی کے بعد زندگی بہت آسان ہو جائے گی، اس گھر میں میرے لیے خوشیاں ہی خوشیاں ہوں گی۔"

"کوئی گارنٹی نہیں۔" آنٹی نے صاف گوئی سے کہا۔ "لیکن امید تو ہے، یہاں تو یہ بھی نہیں۔ اور پھر وہاں عزت بھی ہو گی جو یہاں معدوم ہے۔ کل کلاں کو کوئی بھی بہو تمہارے، یعنی ایک جوان جہان غیر لڑکی کے یہاں رہنے پہ اعتراض کر سکتی ہے جو تمہارے لیے ذلت کا باعث ہو گا اور پھر سو فیصد نہ سہی۔ اتنی گارنٹی تو میں دے سکتی ہوں کہ تمہیں وہاں عزت ملے گی۔ آخر میری اپنی بیٹی کی سسرال ہے۔ سالوں سے جانتی ہوں اگر تمہیں میرے خلوص پہ شبہ ہے تو یہ سوچو جہاں اپنی بیٹی دے سکتی ہوں وہ غلط جگہ تو نہیں ہو گی۔"

"نہیں آنٹی..... آپ کے خلوص پہ مجھے کوئی شک نہیں..... لل..... لیکن زمین باجی تو اکثر..... میرا مطلب ہے اپنے سسرال....."

"ہاں، وہ....." انہوں نے تاسف سے سر ہلایا۔ "تم میں اور زمین میں بہت فرق ہے بیٹا۔ اس نے ہتھیلی کا چھالا بن کر زندگی گزاری ہے لیکن چھالے کی جلن کیا ہوتی ہے وہ نہیں جانتی۔ اس کی ساس اللہ بخشے ذرا مزاج دار خاتون تھیں۔ سخت مزاج بھی تھیں لیکن ویسی نہیں جیسی کہ زمین بتایا کرتی تھی۔ ساس بہرحال ساس ہی ہوتی ہے۔ ایسی ایسی جلاد فطرت سا سیں ہوتی ہیں کہ توبہ ہی بھلی۔ اچھے مزاج کی ساس کی بھی چند ایک باتیں چبھتی ہیں۔ لیکن زمین ذرا جلدی بھڑک جاتی تھی، باقی سب تو ٹھیک ہیں۔ شوہر بھی شریف بندہ ہے، اس لیے زیر عتاب آیا رہتا ہے۔ خیر اب تو وہ گزر گئیں۔ سارا گھر زمین کے کاندھوں پہ

ہے۔ سب نے خوشی خوشی اس کی حکمرانی قبول کی ہے۔ تمہاری بات اور ہے، تم میں صبر و برداشت زیادہ ہے۔ اب تو تمہاری کوئی ساس نہ ہوگی لیکن اگر وہ زندہ ہوتیں تب بھی تمہاری مزے سے نبھ جاتی۔"

وہ یہ سن کر چپ کر گئی۔ اس کی چپ کو رضامندی جانتے ہوئے آنٹی نے ان لوگوں کو مثبت جواب دے دیا، شادی کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ خاندان میں خبر پھیلی کہ شادی کے دوسرے سال گھر سے طلاق کا لیبل لگا کر نکالی جانے والی خوش بخت کی وہ بیٹی جسے اس نے سالی کر کے پالا ہے اور جسے ماں کے بعد ماموؤں نے رکھنا تک گوارا نہ کیا۔ اس کی شادی فیکٹریوں کے مالک حاجی سلطان احمد کے چھوٹے بیٹے، چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ، خوبرو، وجیہہ، نصیب احمد سے ہو رہی ہے۔ سب کے دلوں پہ جیسے سانپ لوٹ گئے۔ جلے دل کی بھاپ منہ کے رستے نکلنے لگی۔

"ارے ہٹو، کہاں کی شادی، کیسی شادی، زرمین تو سدا کی مطلبی اور چالاک ہے۔ اپنی چاکری کرانے کے لیے ملازمہ نکاح میں لے جا رہی ہے۔"

"اور کیا۔ سنا ہے لڑکا اسلام آباد میں رہتا ہے، اپنا فلیٹ ہے، گاڑی ہے اتنی اچھی نوکری اور حسین بھی بہت ہے اس کے لیے یہ یتیم مسکین مری چھپکلی ہی رہ گئی تھی۔"

"ہاں وہ تو بھابھی کے سپرد کر کے خود اسلام آباد چلا جائے گا۔ ارے دیو بھوت سے لڑکوں کو ذرا اچھی نوکریاں مل جائیں تو حور پریاں مانگتے ہیں، بمعہ جنت کے یعنی رعب داب والی سسرال ہو اور بھاری جہیز بھی۔ نجانے زرمین نے کیا جادو چلایا ہوگا۔؟"

"تم نے اس کے سسر کو تو دیکھ رکھا ہوگا۔ اپنے حاجی صاحب کو۔ انہی کے ذریعے معاملہ طے کیا ہوگا۔ بڑے خدا ترس انسان ہیں۔ زرمین نے نقشہ کھینچا ہوگا خوش نما کی بیچارگی کا، وہ جنت کے لالچ میں بیٹا داؤ پہ لگانے کو تیار ہو گئے۔ جوان لڑکا وہ بھی کماؤ، خود مختار، پتا نہیں کس طرح دھمکیاں دے دے کر مجبور کیا ہوگا۔"

یہ سب چہ میگوئیاں اسے سراسیمہ کرنے لگیں۔

زرمین باجی سے وہ بخوبی واقف تھی قدرے لاپروا، کام چور اور ناشکری سی ضرور تھیں لیکن آخر کو تاجور آنٹی کی بیٹی تھیں، خود غرض اور منصوبہ ساز ہرگز نہیں تھیں اس لیے اس بات پہ تو اسے یقین نہ آیا کہ وہ اسے بے دام کی ملازمہ بنانے کی خاطر دیورانی کے روپ میں لیے جا رہی ہیں البتہ خدا ترسی، بیچارگی، اور ثواب کمانے والی بات کہیں دماغ کے اندر اٹک کے رہ گئی۔

"باجی پلیز! میرے ساتھ یہ ظلم مت کریں، آپ اور آنٹی میرے اپنے ہیں۔ آپ کے سو احسان میں جی جان سے اپنے سر لے سکتی ہوں لیکن غیروں کے آگے مجھے ہلکا مت کریں۔ مجھ سے ساری عمر کسی کے آگے احسان مندی سے سر جھکا کے نہیں جیا جائے گا، اس احساس کے ساتھ کہ مجھے میری اوقات سے بڑھ کے نوازا گیا۔ میں نہیں چاہتی، مجھ پہ ترس کھا کر، بحالتِ مجبوری کوئی مجھے اپنائے۔"

"پگلی! تم کن چکروں میں پڑ گئی ہو، کون کھا رہا ہے تم پہ ترس، ارے ہم سب پورے ارمانوں کے ساتھ تمہیں اپنا بنا رہے ہیں۔"

"مجھے بنایئے مت باجی! میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ آج کل لوگوں نے اپنی بہوؤں کے لیے کیا معیار بنا رکھے ہیں۔ میں کم از کم آپ کی سسرال کے معیار کے مطابق تو نہیں ہوں، نہ باپ نہ بھائی، نہ جائیداد نہ جہیز۔"

"نہیں صرف، تمہاری ضرورت ہے۔"

"ہاں ایسی ہی حور پری ہوں ناں میں۔" وہ چڑ کے اٹھ گئی، کسی سے اپنی بات منوانے کی پوزیشن میں ہی نہ تھی۔ آنٹی نے اس دن خدشہ بھی تو ایسا ظاہر کیا تھا، ناچار آنسو بہاتی مایوں بھی بیٹھ گئی۔

زرمین باجی کی سسرال (اور اب اس کی بھی) جہلم میں تھی۔ بارات لے کر انہیں لاہور تو آنا ہی تھا۔ باجی کے مشورے پہ مہندی کی تقریب مشترکہ کر لی گئی تاکہ آنے جانے کے وقت کی بچت ہو، سب لوگ مہندی والے دن ہی لاہور پہنچ گئے۔ لاہور میں ان کے قریبی

عزیز تھے جہاں قیام کیا۔ شام کو جب لڑکے والے مہندی لے کر آئے تو لڑکا بذات خود ہمراہ تھا۔

طے پایا کہ ابھی اسی وقت لڑکی والے بھی رسم ادا کرلیں۔ اور لڑکی والے تھے کون' تاجور آنٹی اور ان کی فیملی بلکہ تاجور آنٹی ہی کیونکہ ان کے بیٹوں کو اس شادی پہ تو کوئی خاص اعتراض نہ تھا مگر ماں کا ایک پرائی لڑکی کے لیے اتنا روپیہ پانی کی طرح بہانا پسند نہ آیا حالانکہ خوش نما نے ہر ممکن طریقے سے آنٹی پہ زیادہ بار نہ ڈالنے کی کوشش کی۔

دوسری جانب سے بھی جہیز کا خاص مطالبہ نہ تھا پھر بھی آنٹی نے تقریب وغیرہ کا جو خرچہ کیا وہی کافی تھا۔ چند سوٹ اور سینڈلیں آنٹی اور باجی نے بنادیں۔ ماموں نے دنیا دکھاوے کو دس دس ہزار روپیہ اس کی ہتھیلی پہ رکھا' وہ لینے میں متامل تھی مگر آنٹی کے اشارے پہ رکھ لیا۔

یوں دس جوڑے کپڑوں' ڈھائی تولے کے زیورات اور بیس ہزار نقد کے ساتھ وہ رخصت ہونے کو تیار تھی۔ اسے بڑے ماموں کی بیٹی شمائلہ کی شادی کی تمام تفصیلات یاد تھیں کیا چیز تھی جو جہیز میں نہ دی گئی تھی۔ اور باجی نرمین کی شادی پہ کیا کم رونق تھی لیکن اسی گھر سے جب اس کے لیے مہندی آئی تو اسے اپنی کم مائیگی کا احساس شدت سے ہونے لگا۔

تاجور آنٹی جوان بیٹوں کے آگے مجبور و بے بس تھیں' اس لیے نہ چاہتے ہوئے بھی ان کے ہاتھ بندھے ہی رہے جب کہ وہاں سے آنے والی مہندی کی سج دھج دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ بری بھی اسی دن دے دی گئی تاکہ شادی کے روز دلہن کو بری کے زیورات اور لباس پہنایا جائے اس کی کزنز آ آکر اسے شاندار ڈریسز اور بھاری جیولری کی تفصیلات سناتی رہیں اور وہ الجھتی رہی۔

"اتنی انویسٹمنٹ اور اس بیکار وجود پہ....." یہ بات اس کی سمجھ سے باہر تھی۔

کبھی کبھی اسے ان عورتوں کی باتوں پہ یقین سا آنے لگتا کہ ضرور اس میں نرمین باجی کا کوئی مفاد وابستہ ہے۔ کبھی فلموں کہانیوں میں پڑھی سچویشنز یاد آتیں کہ کس طرح ایک ایب نارمل لڑکے یا منشیات کے عادی کو دھوکے سے کسی غریب بے سہارا لڑکی کے پلے باندھ دیا جاتا ہے اور کبھی وہ تاجور آنٹی کے خلوص کے آگے ہار مانتے ہوئے ان تمام وسوسوں کو جھٹک دیتی لیکن مطمئن پھر بھی نہ ہوتی۔

نازو اس کے پیچھے پڑی تھی کہ ایک نظر کھڑکی سے باہر اپنے ہونے والے دولہا کو دیکھ لے۔

"اٹھ ناں خوشی! اک منٹ دیکھ تو سہی' کیسے بھنگڑے ڈال رہا ہے اپنی مہندی پہ خود ہی۔"

اس کے بار بار کہنے پہ تنگ آکے وہ مرے مرے قدموں سے کھڑکی تک گئی۔ باہر جھانکا' نازو کی نشاندہی پہ لان کے وسط میں پیڑھے پہ عورتوں کے درمیان اسے بیٹھا دیکھا۔ گیندے اور سورج مکھی کے پھولوں سے سجا پیڑھا لان میں بچھی زرد اور سرخ دریاں' سبز اور پیلے ملبوسات میں سجی سنوری عورتیں اور ان کے درمیان راجہ اندر بنا بیٹھا وہ نصیب تھا۔

دو تین روز کی بڑھی شیو' تیل لگے بکھرے بالوں میں وہ اس قدر دمک رہا تھا کہ وہ خود حیران رہ گئی۔ جو حالت عورتوں نے اس کی کردی تھی تیل' ابٹن اور مٹھائی کے ساتھ' اس کے باوجود اس کے چہرے کی بشاشت اور شگفتگی کمال تھی۔ سب سے بڑھ کر اس کی شفاف موتی سی رنگت کی سنہری چمک..... نجانے یہ گرد و پیش میں چھائے پیلے رنگ کی جگمگاہٹ تھی یا اس کی اپنی جلد میں سونا گندھا ہوا تھا۔

"منڈا تے رج کے سوہنا اے۔"

تاجور آنٹی کی ضعیف ساس نے تبصرہ کیا۔

"سوہنا نہیں نانی! سونا ہے سونا۔" کسی لڑکی نے بڑی حسرت سے کہا۔ باہر لان میں کسی نے کیسٹ لگادیا۔

"منڈا سونے رنگ دا دل لے گیا میرا سوں رب دی....."

شبنم مجید کی آواز ماحول پہ چھاگئی اور دولہا کے دوست پیلے دوپٹے لہرا لہرا کر ناچنے لگے۔ وہ ایک دم پیچھے

ہٹ گئی۔
اپنی جگہ تک جاتے جاتے اس نے راستے میں لگے آئینے کی طرف دیکھنے سے دانستہ گریز کیا۔ باجی کے اصرار پہ وہ یہ گہرے پیلے رنگ کا کرتا پاجامہ پہن تو چکی تھی جس پہ سبز اور سلور گوٹا لگا تھا۔ لیکن جانتی تھی اس گہرے رنگ کے لباس میں اس کا گندمی رنگ مدھم ہو کر سانولا پڑ گیا ہوگا۔ ماتھے پہ بہتے تیل نے سارا چہرہ چیچپا کر رکھا تھا۔ نازو کے لگائے ابٹن نے پورے وجود میں زردی گھول رکھی تھی' اسے تو صبح آئینہ میں خود کو دیکھ کر گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔ وہ ٹی بی کی مریضہ لگ رہی تھی۔

"کچھ نہیں ہوتا' ابٹن ایسے ہی اثر کرتا ہے جب نہاؤ گی تو پھر دیکھنا میرے جادو اثر ابٹن کا کمال۔۔۔" اس نے تسلی دی۔

"تو نے لڑکا دیکھا ہے نا' یہ خوشی تو اس کے آگے کچھ بھی نہیں۔" شمائلہ کی سرگوشی نے اس کو احساس کمتری کی آخری حد تک پہنچا دیا۔ جب زرمین باجی اسے رسم کے لیے لینے آئیں تو اس نے صاف انکار کر دیا۔

"پلیز باجی! میرا تماشا مت بنائیں۔ آپ چاہتی ہیں سب لوگ کھلم کھلا میرا مذاق اڑائیں۔ آپ نے اپنے دیور کو خدا ترسی اور ہمدردی کے نام پہ راضی تو کر لیا ہے لیکن کہیں ایسا نہ ہو' آپ کی ساری بھاگ دوڑ بیکار ہی جائے مجھے اس مرجھائی ہوئی حالت میں دیکھ کر اس نے عین رسم کے موقع پر ہی انکار کر دیا تو پھر۔۔۔؟"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا خوشی؟ کیسی اناپ شناپ باتیں کر رہی ہو۔ کس نے بھری ہے یہ خرافات تمہارے دماغ میں' اسٹوپڈ لڑکی! اتنا پڑھ لکھ کے گنوایا ہے بس تم نے۔ تم میں کیا کمی ہے بتاؤ تو؟ ارے تعلیم اور ذہانت کے بل بوتے پہ معذور اور نامکمل انسان بھی دنیا کا سامنا پوری جرات کے ساتھ کر لیتے ہیں اور تم۔۔۔؟ یہ موقع نہیں اس قسم کی بحث کا ورنہ میں تمہاری خوب خبر لیتی' چلو اٹھو' وہ دیکھو میرے سسرال کی خواتین بھی اندر آ رہی ہیں۔ شاباش بی

"کہاں سے لاؤں کانفیڈنس' وہ تو میرے باپ نے اس وقت میری روح سے کھینچ لیا تھا جب شاید میں اس دنیا میں بھی نہیں آئی تھی۔ آپ تعلیم' ذہانت کی بات کرتی ہیں' جرات اور حوصلے کی بتایئے میری ماں میں کیا کمی تھی' سگھڑ' صابر' شاکر' محنتی' خوش اخلاق اعلیٰ خاندان سے تعلق' لیکن اس کے بل بوتے پہ تو وہ ایک دن بھی نہ قبولی گئیں۔"

زرمین باجی کچھ کہنا چاہتی تھیں مگر لڑکیوں کو قریب آتے دیکھ کر آہستہ آواز میں بس اتنا کہہ سکیں۔

"عجیب ضدی لڑکی ہو' اچھا کل کیا کرو گی' اسی طرح منہ چھپائے بیٹھی رہو گی۔"

"کل کا کل دیکھیں گے۔ آج تو بالکل ہمت نہیں اس حلیے میں باہر جانے کی۔ کل نازو کسی بیوٹی پارلر میں لے جا تو رہی ہے۔" وہ طنزیہ ہنس کر رولا سا دینے لگی۔ "شاید وہ گزارے لائق بنا ہی دیں۔"

پھر زرمین باجی نے "دلہن کی شرم و جھجک" کا بہانہ بناتے ہوئے بات بمشکل سنبھالی اور یوں چند معتبر خواتین نے کمرے کے اندر ہی رسم ادا کر لی۔

اگلے دن بیوٹی پارلر میں لوڈشیڈنگ کی وجہ سے ہونے والی بدمزگی نے اور کام خراب کیا۔ اچھے خاصے قیمتی شرارے اور بھاری زیورات کی بھی شوماری گئی (اس کے ذاتی خیال میں ورنہ آنکھوں کا میک اپ قدرے ڈارک ہو جانے اور ہیئر اسٹائل ڈھنگ کا نہ بننے کے علاوہ کوئی خاص بات نہ ہوئی تھی) سسرال پہنچنے کے بعد رباب نے اس کا از سر نو میک اپ کیا اور کافی عورتوں کے تعریفی کلمات نے اس کی پسیجتی ہتھیلیوں' ڈوبتے دل اور کپکپاتے قدموں کو سہارا دیا۔

لیکن نصیب اس کی توقع سے کہیں بڑھ کے مغرور اور خودپسند واقع ہوا تھا اس نے اسے ذرا لفٹ نہ کرائی نہ صرف یہ بلکہ شادی کے اگلے دن بھی سب کے سامنے کھلم کھلا اسے مذاق کا نشانہ بنایا۔

وہ اس کی زبان سے ڈرنے لگی تھی' کبھی بھی' کہیں بھی' کسی کے بھی سامنے کچھ بھی کہہ سکتا تھا اس حد

تک زبان دراز تھا۔

سسرال میں باقی سب کچھ فی الحال تو معمول کے مطابق ہی تھا۔ ساس دو سال پہلے گزر چکی تھیں اگرچہ خوش نما نے انہیں سرسری سا دیکھ رکھا تھا لیکن زرمین باجی کے حوالے سے ان کے بارے میں بہت کچھ جانتی تھی۔ ان کی اپنی ساس سے ذرا نہیں بنتی تھی شوہر سے بھی اسی سلسلے میں اختلافات رہتے۔

سسر البتہ بے حد شریف النفس، نمازی، پرہیزگار انسان تھے۔ ان کی شخصیت کا نور چہرے سے ہی چھلکتا تھا۔ خوش نما کو یقین تھا وہ ضرور اس گھر میں ان کی حمایت سے آئی ہے ورنہ زرمین باجی اتنی بااثر بھی نہیں کہ دیور پہ زبردستی کر سکیں۔

"انہوں نے نیکی کمانے کے لیے میرا انتخاب کیا لیکن یہ کیا جانیں کہ انہیں تو ثواب مل جائے گا، مجھے کیا ملے گا؟ ہر دم پیروں کے تلے زمین کھسکنے کا خوف، سر کی چھت اڑنے کا اندیشہ۔ بیٹے کو نجانے کیا دھمکیاں، ڈراوے، جذباتی بلیک میلنگ کے ذریعے رضامند کر کے وہ تو مطمئن ہیں لیکن ساری بے اطمینانی تو میرے حصے میں آئی۔"

وہ دل گرفتہ ہو کر سوچتی۔ شادی کے پہلے ہفتے ہی اس نے اس رشتے کے انجام کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔

"میرا تو اب کوئی ٹھکانا بھی نہیں۔ خدانخواستہ کل کو اباجی نہ رہے تو نصیب پر کس کا زور؟ وہ اپنی من پسند لڑکی سے شادی کر لیں گے۔ میں کہاں جاؤں گی۔ اس سے تو اچھا تھا زرمین باجی میری شادی کسی کم رو، ان پڑھ اور غریب سے بندے سے کروا دیتیں۔ کم از کم وہ میری قدر تو کرتا۔ اس کے ساتھ کھڑے ہونے میں مجھے یہ خدشہ تو نہ تھا کہ میری شخصیت گہنا رہی ہے۔ اف... آنٹی! آپ نے غلط کہا تھا... میں پہلے بھی غیر محفوظ تھی اب بھی وہی بے سکونی ہے۔ مجھے تحفظ ہی تو چاہیے تھا، اسی کی تلاش میں آپ کے آسرے سے نکل کر شادی پہ تیار ہوئی تھی مگر کہاں ہے تحفظ، کہاں ہے عزت، ہر وقت یہی ڈر کہ کب وہ میرے باپ کی طرح مجھے اپنے گھر سے۔"

وہ گھبرا کر اباجی کی لمبی عمر کی دعائیں مانگنے لگتی۔ جن کے دم سے اتنی تسلی تو تھی کہ نصیب کسی نہ کسی طرح اسے برداشت کرتے رہیں گے۔

رشتے کے بہنوئی کی حیثیت سے حسیب بھائی کو پہلے سے جانتی تھی، البتہ ان کی سنجیدہ طبیعت کی وجہ سے زیادہ بے تکلفی نہ تھی۔ اب جیٹھ کے قریبی رشتے میں بھی وہ اتنے ہی سرد مہر اور اجنبی سے لگتے۔ اسے ان کا یہ گریز زیادہ اس لیے نہ چبھتا کہ صرف اسی کے ساتھ نہیں بلکہ گھر کے تمام افراد کے ساتھ وہ لیے دیئے ہی رہتے۔

زرمین باجی بھی ان کی خشک مزاجی سے نالاں تھیں بلکہ وہ تو سراسر اسے بے حسی کا نام دیتیں۔ خود ان کا اپنا حال تو یہ تھا کہ بلا کی شدت پسند تھیں۔ مزاجوں کا یہی تضاد تھا جو وجہ تنازعہ بنا ہوا تھا لیکن اس معاملے میں جہاں باجی کی جذباتیت اور جلد بازی نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی وہاں حسیب بھائی کی متحمل مزاجی مددگار ثابت ہوتی تھی اور دونوں نبھائے چلے جا رہے تھے۔ نہ صرف بیوی بلکہ نصیب بھی بڑے بھائی سے خائف اور گلہ کناں رہتا۔

انہیں لمبے لمبے لیکچر جھاڑنے کا عارضہ تھا، بسا اوقات وہ اسے چھوٹے بچوں کی طرح ٹریٹ کرتے۔ چڑ کر اس نے انہیں "خطیب بھائی۔" کا نام دے چھوڑا تھا۔

نام کے حوالے سے بخشا تو خیر اس نے کسی کو بھی نہیں تھا۔ زرمین باجی کو ہمیشہ غمگین بھابھی کہہ کر پکارتا اور یہ تو خوش نما بھی جانتی تھی، انہیں سب کچھ حاصل ہوتے ہوئے بھی دکھڑے رونے کا کس قدر ہوکا ہے۔

اس نے ان کی زبانی اپنی سسرال کے اتنے قصے سن رکھے تھے کہ سوچ کر لرز جاتی اب چند ہی دنوں میں گھر کا ماحول پرکھ لینے کے بعد وہ جان گئی کہ وہ صرف عادتاً ذرا سی بات کو بڑھا چڑھا کے بیان کرتی ہوں گی۔

نصیب کی والدہ کو گزرے دو ہی سال تو ہوئے تھے اگر انہوں نے گھر کو اس قدر اذیت ناک بنا رکھا ہوتا تو

کچھ اثرات تو اب بھی نظر آتے۔ اسے تو زمین باجی کے تمام تر شکوے شکایتیں بے جا ہی لگتیں۔

جگنو اور بلبل، ان کے پیارے پیارے بچے، نصیب ان کے درست نام لیتا تو اسے بڑی حیرت ہوتی ایک روز اس نے خود ہی بتایا۔

"غمگین بھابھی نے اپنی اولاد کے نام رکھنے میں کوئی کسر چھوڑی ہے جو میں بگاڑوں۔ پتا ہے انہوں نے شادی کے بعد علامہ اقبال کی "ٹہنی پہ کسی شجر کی تنہا بلبل تھا کوئی اداس بیٹھا" بہت پڑھی تھی یہی دو نام ذہن پہ سوار تھے۔ یہ تو شکر ہے انہوں نے "ایک مکڑا اور ایک مکھی" زیادہ نہیں پڑھی۔"

اور نانو، اس گھر کی سب سے متوازن ہستی۔ بارعب بھی، سنجیدہ بھی، دوستانہ مزاج بھی۔

خوش نما کو حیرت ہوتی کہ ان کی اپنے چھوٹے نواسے سے اتنی کیسے بنتی ہے۔ وہ تو اس قدر منہ پھٹ اور بڑبولے ہیں، نانو کی کیسے نبھ جاتی ہے۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

اس کا اپنا دل تو نانو کے پاس بہت لگتا۔ انہیں مقابل کے دل میں جھانکنا آتا تھا۔ ہمیشہ مخاطب کے موڈ کے مطابق گفتگو کرتیں۔ اباجی نے بالکل درست فیصلہ کیا تھا انہیں یہاں لانے کا۔ زمین باجی فطرتاً "لاکھ مخلص سہی ذمہ دار ہرگز نہ تھیں۔

اور گھر کا سب سے اہم فرد (کم از کم اس کے لیے) تو نصیب تھا کیونکہ وہ اسی کے حوالے سے یہاں موجود تھی لیکن یہ حوالہ قابل فخر نہ تھا اس کے لیے۔ وہ اس کا سامنا کم سے کم کرنے میں ہی اپنی عافیت جانتی۔ اسی سے بچنے کی خاطر اس نے جلد ہی گھر کے کاموں میں حصہ لینا شروع کر دیا، باجی اور نانو کے لاکھ منع کرنے کے باوجود۔ ویسے بھی اس نے اس گھر میں جگہ بنائے رکھنے کا یہی طریقہ سوچا کہ زیادہ سے زیادہ "مفید" ثابت ہو کر دکھاؤں۔

رہا نصیب تو اس کا کیا تھا، چھٹی ختم ہوتے ہی اس نے واپس اسلام آباد جانا تھا۔ گھر کے بقایا افراد کے ساتھ گھلنا ملنا اس کے لیے اتنا مشکل نہ تھا۔ وہ دن گن گن کے اس کے واپس جانے کا انتظار کرنے لگی۔

♥ ♡ ♡ ♥

وہ نانو کے پاس بیٹھی مٹر چھیلتی ہوئی ان سے "قصص الانبیاء" کے اقتباسات سن رہی تھی۔ اباجی راولپنڈی کسی مذہبی اجتماع میں شرکت کے لیے گئے تھے، حسیب بھائی حسب معمول فیکٹری، بچے اسکول تھے اور زمین باجی مکمل فرصت کا یہ طویل دورانیہ اپنے کمرے میں انجوائے کرتی تھیں۔ انجمن کے کام کی نگرانی نانو ہی کرتی تھیں اور اس کے سر پہ سوار ہو کر دوپہر کا کھانا بھی پکواتیں۔ اب دو تین روز سے یہ ذمہ داری خوش نما نے اٹھا رکھی تھی۔ اس کا بس چلتا تو خود ہی پکانا بھی شروع کر دیتی لیکن نانو کو تو اس کا کچن میں جانا ہی سرے سے پسند نہ تھا۔

"ہفتہ بھر تو ہوا ہے تمہیں بیاہ کر آئے۔ خبردار جو چولہے کے پاس بھی گئیں تو۔ بس اتنا بہت ہے کہ اس موئی انجمن کی نگرانی کر لیتی ہو۔ بڑی دلہن بس رات کا ہی کھانا بناتی ہیں وہ بھی حسیب کے کہنے پر کیونکہ اسے ملازمہ کے ہاتھ کا پکا کھانا پسند نہیں۔ ورنہ وہ تو کچن میں جھانک کر بھی نہ دیکھیں۔ خیر تسلی تو مجھے بھی نہیں ہوتی۔ اسی لیے مسلسل اس کے سر پہ کھڑی رہتی ہوں۔ میں نہ دیکھوں تو گندے سندے ہاتھوں سے ہی آٹا بھی گوندھ لے اور سبزی گوشت بھی بغیر دھوئے چڑھا ڈالے۔ کم بخت کے ہاتھ ہر وقت تو سر میں گھسے رہتے ہیں، جوؤں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلنے کو۔"

"لیکن نانو! مجھ سے یوں فارغ وقت بھی تو نہیں گزرتا۔"

"بس بس، چپ کر کے یہ مہینہ گزار لو۔ پھر تمہارا ہاتھ کھیر میں ڈلواتی ہوں۔"

"کیوں کھیر خراب کرنی ہے نانو! خود ہی کہتی ہیں، رزق کی عزت کرو خود ہی اسے کھیر میں ہاتھ مارنے کی ترغیب دے رہی ہیں۔ چمچہ کا استعمال کیوں نہیں سکھاتیں۔" حسب عادت نصیب نے گفتگو میں دخل دیتے ہوئے ادھر ادھر کی ہانکی۔

وہ جز بز ہو کر رہ گئی۔ "آخر یہ اسلام آباد چلے کیوں

نہیں جاتے۔" اس کی سوچ کی ہر تان یہیں آ کر ٹوٹتی۔ اس وقت بھی یہی ہوا وہ اچھی بھلی بیٹھی نانو سے حضرت سلیمان علیہ السلام کی ملکہ سبا سے ملاقات کے احوال سن رہی تھی کہ اچانک وہ شور و غل مچاتا اس طرف چلا آیا۔

"کیسی ہیں میری پری چہرہ نانو۔" وہ نانو سے لپٹ گیا۔

"تمیز سے برخوردار۔ کتنی بار کہا ہے کم از کم مجھے تو الٹے سیدھے ناموں سے مت پکارا کرو۔" انہوں نے گردن سے اس کا حلقہ پرے ہٹایا۔

"یہ تو آپ کا خطاب ہے۔ اچھا بتائیں' آپ کا نام کیا ہے۔" اس نے پھر سے بانہیں گلے میں ڈال دیں۔

"میرا دماغ مت چاٹو نصیب۔"

"نسیم بانو۔" وہ سن کر بھی نہیں سن رہا تھا۔ یہی اس کی عادت تھی بس اپنی ہی ہانکے جانا۔ "یہی نام ہے ناں..... اور نسیم بانو کا خطاب پری چہرہ ہی تھا۔ ہے کہ نہیں؟ بتایئے آپ کے زمانے کی تو بڑی مشہور ہیروئن رہی ہے۔"

"حد سے زیادہ بدتمیز ہوتے جا رہے ہو تم نصیب۔ اب بوڑھی نانی کو گانے بجانے والیوں سے ملانے لگے ہو۔" وہ بگڑ گئیں۔

"استغفراللہ..... توبہ توبہ..... آپ غلط سمجھ رہی ہیں..... لگتا ہے آپ کو فلموں وغیرہ سے دلچسپی نہیں رہی' اس لیے نہیں جانتیں کہ پری چہرہ نسیم بانو گانے والی نہیں تھی وہ تو صرف....."

"اب تم چپ کرو گے یا پھر میں تمہیں دو لگاؤں؟"

"ہیں؟ نانو..... یہ آپ کہہ رہی ہیں؟" وہ صدمے کی شدت سے بے ہوش ہونے کے قریب تھا۔

"آپ تو ایسی نہ تھیں نانو..... یہ کس کی خشک صحبت نے آپ کی محبت کے سوتے خشک کر دیے۔ اچھا اچھا سمجھ گیا..... ضرور پری چہرہ نسیم بانو نانا جان کی پسندیدہ ہیروئن رہی ہوگی اسی لیے آپ اتنا خار کھا رہی ہیں اس کے نام سے۔"

"تمہیں تو میں....." سامنے سے آنٹی نور جہاں کو آتے دیکھ کر نانو نے اسے ڈپٹنے کا پروگرام سمیٹتے ہوئے چپ رہنے کا اشارہ کیا مگر وہ نصیب ہی کیا جو چپ کر جائے۔

"بڑے دنوں بعد ملکہ ترنم کی سواری آئی ہے اور آہا..... بندریار! تو بھی آیا ہے۔ تجھے فرصت مل گئی اپنی دکانداری سے۔" خالہ زاد منظر اس کا لنگوٹیا کہلایا جا سکتا تھا۔

"مجھے تو فرصت ہی فرصت تھی۔ آیا اس لیے نہیں کہ تم فرصت سے نہیں ہو گے۔" اس نے معنی خیز انداز میں کہا۔

خوش نما بھی رباب کو دیکھ کر خوش ہو گئی۔ نانو تو بیٹی کے ساتھ اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ نصیب منظر کو لے کر وہیں بیٹھ گیا۔ اسے گھبراہٹ سی ہونے لگی۔ وہ اس کے ساتھ بیٹھنے سے احتراز ہی کیا کرتی۔ اس کی فقرے بازی کی رگ اردگرد کسی کو دیکھ کر زیادہ ہی پھڑک جایا کرتی تھی۔ وہ رباب کو لے کر وہاں سے ہٹنا ہی چاہتی تھی کہ انجمن آ گئی۔ وہ اسے کچن کے ضروری کاموں کی تفصیل بتانے رک گئی لیکن اس سے پہلے نصیب اس کی کلاس لینے بیٹھ گیا۔

"کیوں بھئی من وو من؟ یہ وقت ہے تمہارے آنے کا؟"

"ہائے ہائے بائی جان' کیا بتاؤں' رات کتنی زور کا درد اٹھا میرے پیٹ میں حالانکہ میں نے سوکھی روٹی چاء کے ساتھ کھائی تھی مگر کباب کھانے والوں کے پیٹ ٹھیک رہتے ہیں' ہم غریبوں کے ہی درد ہوتا ہے۔ آدھی رات تڑپ کے گزاری۔ سویرے آنکھ دیر سے کھلی۔"

"یہ کہانیاں کسی اور کو سنانا' کیا میں نہیں جانتا کہ تم ہر پیر والے دن دیر سے کیوں آتی ہو۔ اتوار کی رات سارے گلی والے کرائے پہ وی سی آر منگا کر ساری ساری رات فلمیں دیکھتے ہو۔ سوکھی روٹی چائے کے ساتھ کھانا منظور ہے لیکن فلم دیکھنی نہیں چھوٹنی۔"

"جب آپ کو پتا ہے تو پوچھتے کیوں ہو؟" ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتی وہ کچن کی طرف مڑنے والی تھی کہ خوش نما

نے آواز دے کر روک لیا۔

"انجمن! مٹر کے دانے میں نے نکال دیے ہیں یہ لے جاؤ' ان میں سے تھوڑے سے نکال کر ابلنے کے لیے رکھ دینا' باقی دھو کر رکھ دو۔ فریج میں سے ایک پیکٹ مرغی کا اور ایک قیمے کا نکال کر پگھلنے کے لیے سنک میں رکھ دو۔ لہسن' پیاز وغیرہ جا کر رکھ دو۔ آدھی پیاز سالن کے لیے کاٹنا اور آدھی کبابوں کے لیے باریک پیس لینا۔ کھانا میں خود بناؤں گی۔ خالہ آئی ہیں تم تو نجانے کیا گھول کر سامنے رکھ دیتی ہو۔"

کل ہی نانو نے اس سے فرنی بنوائی تھی اس کے بے حد اصرار پہ لیکن اس تاکید کے ساتھ کہ اسے ابھی سے کچن میں گھسنے کی کوئی ضرورت نہیں' وہ ان کی تاکید فراموش کیے اس وقت صرف مہمانداری کی فکر میں ہلکان ہو رہی تھی۔

"نہیں بھابھی پلیز' کھانے کا اہتمام مت کریں۔" رباب نے روکا۔

"اور کیا' ہم لوگ تو آپ کو ڈنر پہ انوائٹ کرنے آئے ہیں۔" منظر نے بھی منع کیا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ منظر بھائی! یہ آپ کا اپنا گھر ہے' تکلف کی کیا بات اور آپ کا گھر بھی ہمارا اپنا ہی ہے' خاص طور پہ انوائٹ کرنے کی کیا ضرورت۔" وہ اخلاق سے گویا ہوئی۔ اس محبت کے مظاہرے نے دونوں کو مزید تکلف کا مظاہرہ کرنے سے روک دیا۔

"من دو من! یہ تو بتاتی جاؤ رات کون سی فلمیں کھڑکائیں۔" نصیب نے پھر اسے باتوں میں الجھانا چاہا۔

"مصولے دا کھڑاک' اک گجر سو بدمعاش اور چو رانی۔ ساری کی ساری شان کی فلمیں تھیں۔ ایک سے ایک زبردست۔" وہ مزے لے کر بولی۔ "پائی جان! ویسے آپس کی بات ہے۔ تسی کیوں نئیں فلماں میں کام کرتے۔ تسی کسی ہیرو سے کم ہو۔"

"یار! فلموں میں کام کر تو لوں مگر ہیروئن کہاں سے لاؤں۔ کوئی جچے گی میرے ساتھ؟" بڑے نخرے کے ساتھ پوچھا گیا۔ خوش نما نے چونک کر اس کی اکڑی گردن پہ سجے مغرور چہرے کو دیکھا۔

"نوری' صبیحہ (صائمہ) ہے' ریما ہے......" وہ گنوانے لگی کہ اس نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

"بس بس اب مجھ سے اپنی چہیتیوں کی شان میں گستاخی مت کروا بیٹھنا۔"

"تمہارے لیے انڈیا سے ہیروئن امپورٹ کروائیں۔" منظر نے پوچھا۔

"توبہ کرو' مجھے تو انڈیا کی کوئی ہیروئن ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ عجیب چالاک ماسیاں سی ہوتی ہیں' پھاپھے کٹنیاں سی۔"

"خیر ایسی بات تو نہیں اور سب کا چھوڑو' ایشواریہ رائے کے حسن کے بارے میں تو دو رائے ہو ہی نہیں سکتیں' ہر طرح سے مکمل اور بے داغ حسن۔" وہ خود سب سے بڑا فین تھا۔

"بے شک...... لیکن اس کی خوبصورتی پلاسٹک میڈ لگتی ہے۔ کسی مومی مجسمے کی طرح' شوکیس میں سجی سنوری پتلیاں ہوتی ہیں ناں..... اس میں خوبصورتی ہے مگر دلکشی نہیں۔ حسین تو لگتی ہے مگر 'پیاری' نہیں۔"

"اس نے یہ بھی ریجیکٹ کر دی تو اندر جانے کا ارادہ موقوف کر کے خوش نما بہانے سے وہیں ٹک کر کارپٹ پہ بکھرے اخبار سمیٹنے لگی تاکہ اس شہزادہ گلفام کے معیارِ حسن کی حدیں تو جانچ لی جائیں۔ منظر کو بھی اس ذکر میں دلچسپی محسوس ہوئی وہ یوں ایک کے بعد ایک نام گنوانے لگا جیسے نصیب کے کسی پہ ہاں کرتے ہی وہ فوراً اسے سائن کر کے فلم بنوا ڈالے گا۔

"ایسا کرتے ہیں' ہالی وڈ کھنگالتے ہیں۔ ہالی وڈ کی کون جولیا رابرٹس؟"

"وہ بڑے دانتوں اور اونٹنی کے ہونٹوں والی؟" تمسخر سے کہا گیا۔

"پینلوپ؟"

"اس کے نقش ضرورت سے زیادہ تیکھے ہیں تو کیلی سی ناک اور تیز دھار ٹھوڑی۔"

"ڈریو بیری مور؟"

"قدرے بہتر۔ لیکن ایک تو موٹی ہوتی جارہی ہے دن بدن۔ دوسرے اس کے چہرے پہ ایک مخصوص سا ہونق پن ہے' اجڈ سا تاثر جو ساری خوبصورتی غارت کر دیتا ہے۔"

"وینونا رائڈر؟"

"اس چوہنی کا تو نام بھی مت لینا۔" اس نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"اچھا تو پھر نکول کڈمین؟"

"نہیں' اس کی ناک تم سے ملتی جلتی ہے۔" سنجیدگی سے کہا گیا۔

"مجھ سے؟" منظر اپنی ناک ٹٹول کر رہ گیا۔

"ہاں..... مونکی نوز..... " (بندر جیسی ناک)

"واہیات شخص..... ذلیل آدمی۔" وہ بڑبڑا کے گالیاں دیتا رہ گیا۔

"ایسا کریں نصیب بھائی..... " رباب نے اس بے تکی بحث میں حصہ لیتے ہوئے مشورہ دینا چاہا۔ "پھر تو آپ کے ساتھ بھابھی کو ہی ہیروئن لینا چاہیے۔ ان کی ناک بھی ستواں ہے۔ ہونٹ بھی نہ پینلوپ کی طرح پلے پلے نامعلوم سی حدود والے ہیں نہ جولیا کی طرح پھولے پھولے' دبلی پتلی بھی ہیں۔"

"یار بندر! ایک ہیروئن کا نام تو تو نے لیا ہی نہیں۔ ہیلی بیری۔"

"میرا دماغ خراب ہے کیا؟ تو نے فوراً" کہہ دینا تھا وہ کالی..... گنجی۔"

"بس میں اب بھی وہی کہتا ہوں۔" مبہم سے انداز میں اس نے خوش نما پر ایسا وار کیا کہ وہ سر سے پیر تک سلگ اٹھی۔

"لو۔ اسی لیے تو میں نے اس کا نام نہیں لیا۔ تم خود ہی کہہ رہے ہو۔" منظر شاید اس کی بات کی گہرائی تک نہیں پہنچا تھا یا پھر جان کر انجان بن گیا تھا اور رباب تو سرے سے متوجہ ہی نہیں تھی۔ اس کا سارا انہماک ٹی وی پہ لگے ککنگ پروگرام کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔ اس کے باوجود خوش نما کو سخت ترین ہتکی کا احساس ہوا۔ غم کے ساتھ ساتھ غصے نے اس پہ ایسا شدید حملہ کیا کہ وہ اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کر سکی۔ اچانک ایک احساس نے اسے اس سکتہ سے باہر آنے پہ مجبور کیا۔

"غصہ؟ غصہ اور مجھے..... مجھے تو صرف درد ہوتا تھا' بے بسی اور کسمپرسی کا احساس ہوتا تھا' تکلیف پہنچتی تھی..... غصہ کبھی نہیں آتا تھا..... پھر اب کیسے؟"

آنٹی کے نہ نہ کرنے کے باوجود نانو نے انہیں کھانے پہ روک لیا۔ انہیں خوش نما کی پھرتی اور مہمان نوازی کی یہ ادا بھی بہت بھائی تھی۔ زرمین باجی تو کھانا لگنے سے بس چند منٹ پہلے ہی کمرے سے برآمد ہوئیں۔

"ارے نئی دلہن کا ہاتھ کھیر میں ڈلوا بھی لیا؟ ابھی سے..... ابھی تو دس روز ہوئے بیاہ کر آئی ہے۔" اس حیرت پہ نانو نے شکایتی نظروں سے اسے دیکھا' جیسے کہہ رہی ہوں۔ "میں نہ کہتی تھی۔" اس نے فوراً" وضاحت پیش کی۔

"بس آنٹی! بڑی ضد کے بعد یہ بات منوائی نانو سے۔ ان کا بس چلے تو سال بھر مجھے تنکا نہ توڑنے دیں۔ دراصل مجھ سے فارغ بیٹھے وقت نہیں گزرتا۔ یہ الگ بات کہ کھیر پکوا لینے کے بعد آج اتفاقاً" ہی میرا داؤ لگ گیا۔ ورنہ نانو کی نظر بڑی تیز ہے۔ کچن میں گھسنے ہی کہاں دیتی ہیں۔"

"تو یہ سب تم نے اس ایک گھنٹے میں تیار کیا ہے؟" انہوں نے میز پہ نظر دوڑائی۔ مٹر پلاؤ' کچے قیمے کے کباب' مرغی اور آلو کا سالن' دہی پھلکیاں' چٹنی' رائتہ' سلاد..... ہر طرح سے مکمل تھا۔ "ماشاءاللہ بڑی پھرتیلی ہو۔"

"آنٹی! آپ کھانا شروع کیجیے۔ باقی تعریفیں بعد کے لیے اٹھا رکھیں۔ اس قدر لذت ہے خوشی کے ہاتھ میں۔" جو بھی تھا' زرمین باجی کم از کم اس کے لیے فراخ دل ہی تھیں۔ ست مزاج سی طبیعت میں حسد کا مادہ ذرا نہ تھا۔

اور پھر کھانے کی سب ہی نے جی بھر کے تعریف

کی۔

"کباب بے حد خستہ ہیں۔" منظر نے کہا۔

"اور پلاؤ کی مہک بھی جدا ہے۔ کیا کسی کے بنائے مرغ پلاؤ میں بھی ایسی لذت ہو گی۔" آنٹی نے قصیدہ پڑھا۔

"اور مجھے تو ولایتی مرغی کا سالن کبھی پسند نہیں آیا' عجیب بے لذت سا گوشت ہوتا ہے ربڑ جیسا مگر تم نے تو اس میں بھی ذائقہ بھر دیا۔" نانو نے کہا۔

"سلاد کی سجاوٹ تو بے حد مہارت سے کی ہے آپ نے بھابھی۔" رباب بولی۔

خوش نما حیران تھی' اس نے تو عام سا کھانا بنایا تھا جیسا ہمیشہ بناتی چلی آ رہی تھی اگرچہ ماموں کے گھر اماں نے اسے کام کاج میں زیادہ نہیں الجھایا تاکہ ان کی طرح وہ بھی گھن چکر نہ بن کے رہ جائے پھر بھی آتا اسے سب کچھ تھا۔ جب اماں کی طبیعت ٹھیک نہ ہوتی وہ ان کے منع کرنے کے باوجود سارا کام اپنے سر لے لیتی۔ اتنے بڑے کنبے کے لیے تین وقت پکا کر بھی کبھی ایک لفظ تعریف کا اس کے حصے آیا نہ ہی اماں کے۔ اور یہاں سب کو مسلسل تعریفیں کرتا دیکھ کر وہ پزل سی ہو گئی۔ ایسا نہ تھا کہ اس گھر میں بھی خوش ذائقہ کھانا بنا ہی نہ تھا۔

وہ اتنے دنوں سے دیکھ تو رہی تھی۔ دوپہر کو انجمن کھانا اس لیے پکاتی تھی کیونکہ ابا دوپہر کا کھانا شروع سے ہی نہیں کھاتے تھے' حسیب بھائی آفس ہوتے تھے' اس لیے زیادہ تردد نہ ہوتا۔ آج کل اگرچہ نصیب آیا ہوا تھا لیکن وہ چھٹیاں بھرپور طریقے سے انجوائے کرتے ہوئے صبح دیر تک سویا رہتا' بھاری ناشتے کے بعد وہ بھی لنچ کی ضرورت محسوس نہیں کرتا تھا۔ رات کو چونکہ تمام افراد اکٹھے ہوتے' اس لیے نرمین باجی خاصا اہتمام کرتیں۔ سب ہی کی پسند کو مدنظر رکھتے ہوئے مینو تیار ہوتا اور خوش نما مان گئی تھی کہ بے شک ان کے ہاتھ میں بھی بے حد لذت تھی اور یہ اعتراف تو باجی برملا کرتیں کہ ان کو کھانا پکانا ان کی ساس نے سکھایا ہے۔

"بات صرف اتنی ہے کہ ان لوگوں کو دل بڑھانا آتا ہے' تعریف کرنے کے معاملے میں سارے ہی فراخ دل ہیں۔۔۔ سوائے۔" اس نے یہ نتیجہ نکالا اور دزدیدہ نگاہوں سے سامنے بیٹھے نصیب کو دیکھا اس نے چونکہ گھنٹہ بھر پہلے ناشتہ ڈٹ کے کیا تھا اس لیے اس وقت صرف دو کباب ڈال کے بیٹھا تھا۔

"واہ۔۔۔" اس کے منہ سے بھی تعریفی کلمات ادا ہوئے تو وہ چونک گئی۔

"زبردست۔۔۔ یار! کیا مزا ہے ایمان سے۔۔۔ کس نے بنایا ہے یہ؟"

"کیا۔۔۔؟ یہ کباب؟" باجی نے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔ یہ اچار۔۔۔"

"بازار کا ہے۔" باجی کے بجائے اس نے نارمل سے لہجے میں کہا۔ خلافِ معمول اب اسے اس کی دل شکنی زیادہ محسوس نہیں ہوئی شاید باقی سب نے اتنی حوصلہ افزائی کی تھی کہ اب مزید ایک لفظ بھی توصیف کا سننے کی تشنگی نہیں رہی تھی۔ اس نے ایک بار پھر اسے دیکھنا چاہا۔ چٹخارے لے لے کر چٹوری عورتوں کی طرح آم کی پھانک چوستا ہوا وہ سر ہلا رہا تھا۔ خوش نما کے لبوں پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ جانے سے پہلے رباب اسے مزید ہدایت دے گئی۔

"بھابھی! پرسوں آپ کو جو ڈریس پہن کے آنا ہے' وہ میں نکال دیتی ہوں اور اس کے ساتھ کی میچنگ سینڈل اور جیولری کے بارے میں بھی بتا دیتی ہوں۔ بڑی بھابھی آپ کو پارلر لے جائیں گی۔ چپ چاپ اچھی بچیوں کی طرح تیار ہو جائیے گا۔"

"گھر ہی کی تو بات ہے' چلو تمہاری پسند کا ڈریس میں پہن لوں گی لیکن یہ پارلر سے تیار ہونا کیا بہت ضروری ہے؟"

"بھابھی! آپ نہیں جانتیں' پرسوں کا ڈنر بڑا اسپیشل ہو گا۔ میرے تایا زاد بھائی کی بھی آپ کے ساتھ ہی شادی ہوئی ہے' ان کو بھی انوائٹ کیا ہے۔ میرا سارا ددھیال ہو گا۔ سب ہی دونوں دلہنوں میں مقابلہ کریں گے اور میں چاہتی ہوں' میری فیورٹ

بھابھی ہی پرسوں کی پارٹی کی جان ہو۔"

"نن۔۔۔ نہیں۔۔۔ تم تو مجھے نروس کر رہی ہو رباب؟" وہ سچ مچ گھبرا گئی۔ ہمیشہ سے اس قسم کی مقابلہ بازی سے اس کی جان جاتی تھی بلکہ وہ تو سرے سے ایسی جگہ جانا ہی پسند نہیں کرتی تھی جہاں کوئی اس کا نوٹس لے، تنقیدی نظروں سے دیکھے اور یہ رباب اسے کمپیٹیشن کے لیے تیار کر رہی ہے۔

"عجیب بچکانہ سا خیال ہے۔ دیکھو ناں، اچھا نہیں لگتا یوں بڑھ چڑھ کے۔۔۔۔ میرا مطلب ہے۔۔۔ کہ۔۔۔" وہ وضاحت نہ کر سکی۔ دراصل وہ رباب پہ ظاہر نہ کرنا چاہ رہی تھی کہ وہ اس کے کزن کی بیوی کے مقابل آنے سے خوفزدہ ہے۔ لیکن اس نے ایک نہ سنی اور باجی کو بھی یہی تاکید کر کے چلی گئی اور خوش نما جانتی تھی کہ اگر وہ گریز کرے بھی تو نرمین باجی نے نہیں بخشنا تھا۔

"نجانے کیسی ہو گی رباب کی دوسری بھابھی۔ سنا ہے کراچی سے آئی ہے۔ پھر تو ضرور ماڈرن سی ہو گی، باجی بتا رہی تھیں، رباب کے یہ کزن نیوی میں ہیں، ظاہر ہے کوئی ایسی ویسی بیوی تو پسند نہیں کی ہو گی کسی اونچے گھرانے کی الٹرا ماڈرن حسین نازک سی لڑکی ہو گی۔ آنٹی نور جہاں کو دونوں فیملیز کو اکٹھے انوائٹ نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

لیکن یہ تو اس کی سوچ تھی، آنٹی نے اس کے مشورے سے تو یہ گیدرنگ نہیں رکھی تھی۔

♥ ♡ ♡ ♥

ناچار اسے وہی کرنا پڑا جو باجی نے کہا۔ نقیب صبح سے غائب تھا۔ جاتے جاتے اسے تاکید کر گیا تھا۔

"کبا میرا گرے سوٹ ڈرائی کلین سے لے کر آتا ہی ہو گا۔ سامنے ہی رکھ دینا، بلیک ڈریس شوز، میرون سلور لائننگ والی ٹائی بھی نکال دینا۔ تم لوگ اپنے ٹائم پہ جانا۔ مجھے اگر کچھ دیر بھی ہو گئی تو میں خود ہی تیار ہو کے آجاؤں گا۔"

"آپ کو گرے، بلیک اور سلور کلر بہت پسند ہے؟" بے ساختگی میں وہ سوال کر بیٹھی۔ جواباً" اس نے ایک گہری نظر اس پہ ڈالی۔

"یہ رنگ مجھے اتنے پسند تو نہیں، البتہ میری مجبوری ضرور ہیں، سیاہ رنگ مجھ پہ اٹھتا زیادہ ہے۔"

"اللہ رے خوش فہمی۔" اس نے جل کر سوچا پھر آئینے میں اس کی شبیہہ دیکھ کر سوچا (کہتے تو ٹھیک ہی ہیں۔۔۔ لیکن آخر یہ اپنے منہ سے آپ اپنی تعریف اتنی آسانی سے کیسے کر لیتے ہیں۔)

رباب کا نکالا لائٹ پرپل نیٹ کا اسٹائلش سوٹ دیکھ کر وہ گڑبڑا گئی۔ بالکل جدید اسٹائل کی مختصر سی چست قمیص تھی اور تنگ پائنچوں والا ٹراؤزر، البتہ ساڑھے تین گز کے گھیردار دوپٹے نے مشرقیت کی تھوڑی بہت لاج رکھی تھی۔ بری کے بہت سے سوٹ اس نے اب تک کھول کر بھی نہ دیکھے تھے، ویسے بھی ابھی شادی کو دن ہی کتنے ہوئے تھے، بمشکل دو ہفتے۔ اس لیے اسے پتا نہ تھا کہ رباب کا منتخب کردہ سوٹ کھولنے کے بعد اس قسم کا نکلے گا۔

اس نے ہمیشہ سے ایک مخصوص طرز کا شلوار قمیص پہنا تھا۔ بدلتے فیشن اس پہ اثر انداز نہ ہوتے تھے نہ کبھی آستینیں کٹیں، نہ قمیص کی لمبائی کم یا زیادہ ہوئی، نہ پائنچے کھلے یا تنگ کیے۔ ڈرتے جھجکتے اس نے یہ ڈریس پہن ہی لیا۔

"اف میری لمبی لمبی ٹانگیں کتنی بے ڈھنگی لگ رہی ہیں چھوٹی قمیص کے ساتھ۔ کتنی فضول سی لگ رہی ہوں گی، بالکل زرافہ۔۔۔۔"

بچپن میں ہی اچانک اس کا قد تاڑ سا لمبا ہونا شروع ہو گیا۔ بارہ تیرہ سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے وہ خود سے چار سال بڑی شمائلہ سے اونچی لگنے لگی۔ قد بڑھنے سے دبلا پن بھی نمایاں ہو گیا۔ سینک سلائی منحنی بازو، چوہیا سی گردن اور بانس جیسی ٹانگیں۔۔۔۔ یہ خصوصیات اس کے کزن گنوایا کرتے۔ اپنے لمبے قد سے اس حد تک خائف ہوئی کہ گھبرا کر جھک جھک کر چلنا شروع کر دیا۔ الٹا اور مذاق بنا۔

"دیکھو اس عالم چنی کو، اب تو کُب بھی نکل آیا ہے۔"

مجھے تو بالکل اونٹنی ہی لگ رہی ہے۔ کوہان بھی بنا ہوا ہے۔"

بڑی مشکل سے اماں نے اس کے کندھے جھکا کر، کمر نکال کر چلنے کی عادت چھڑائی۔ اب وقت خود کو اس لباس میں دیکھ کر اسے پھر سے "اونٹنی' اونٹنی" کی آوازیں آنے لگیں۔

باجی نے اس کا میک اپ بھی ڈریس اور پارٹی کے حساب سے کروایا' بال تو قدرتی گھنگھریالے تھے' پوزیشن کو سیٹ کرنے میں محنت نہ کرنی پڑی۔

آنٹی کے گھر جا کر اس کے قدم ایک بار پھر لڑکھڑا گئے۔ وہاں تو اچھے خاصے لوگ جمع تھے۔ بالکل شادی والا گھر ہی لگ رہا تھا۔

جب رباب نے اس کا تعارف اپنے کزن کی دلہن سے کرایا تو وہ حیران رہ گئی۔ اتفاق سے اس نے بھی وہی سوٹ پہن رکھا تھا صرف رنگ کا فرق تھا۔ باقی ڈیزائننگ وغیرہ تک وہی تھی لیکن اس کی حیرانی کی وجہ صرف یہ نہیں تھی بلکہ ان محترمہ 'سحرش کی شخصیت تھی۔

اچھے خاصے فربہ وجود اور ٹھگنے سے قد کے ساتھ انہوں نے یہ فٹنگ والا ڈریس پہن رکھا تھا۔ شکل وصورت بری نہیں تھی بلکہ آنکھیں تو بہت ہی خوبصورت تھیں' ابھرے ہوئے پپوٹوں کے ساتھ گہری بھوری' بڑی بڑی اور مسکراتی ہوئی' مسکراہٹ تو آنکھوں کے ساتھ ساتھ لبوں پہ بھی کھلی ہوئی تھی' ایک قطار میں سجے موتیوں کے سے ہموار دانت بھی بھلے لگ رہے تھے' کمر سے نیچے آتے گھنے ریشمی براؤن بالوں کی آبشار تو دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

بس سحرش رنگ اور جسم کی وجہ سے مار کھا گئی تھی۔ خوش نما کی رنگت اس کے ساتھ کھڑے ہوئے نکھرنے لگی تھی۔ اس کا رنگ تو اچھا خاصا پکا سانولا تھا۔ ٹھوڑی سے لٹکا گوشت' تھل تھل کرتے بازو اور کمر سے نمایاں ہوتی اضافی چربی اس کی ساری خوبصورتی کو مات دے رہی تھی لیکن شاید اسے اس بات کا ذرا احساس نہ تھا۔ اس نے بڑی شان سے گہرے جامنی رنگ کا یہ چست لباس پہن رکھا تھا ہم رنگ شیڈ کی لپ اسٹک اور آئی شیڈ اس کے سانولے چہرے پہ عجیب سا لگ رہا تھا۔

گردن برائے نام تھی۔ اس پہ اس نے سونے کا ملتانی بھاری سیٹ پہن رکھا تھا۔ اپنی ہیئت کذائی سے بے پروا وہ سارے میں ادھر ادھر بے تکلفی سے چٹکلے چھوڑتی پھر رہی تھی۔ خاصی ہنسوڑ طبیعت تھی شاید اس کی۔ سب ہی اس کے اخلاق اور شگفتہ مزاجی سے متاثر نظر آرہے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ خوش نما کی سلجھی ہوئی طبیعت اور باوقار شخصیت کا بھی چرچا ہو رہا تھا۔ رباب کے ددھیال کی کتنی ہی لڑکیوں نے کھلے دل سے اس کے فگر اور قد کی تعریف کی۔ وہ جھینپ کر رہ گئی۔

پارٹی کے دوران مسلسل وہ سحرش کو ہی دیکھتی رہی۔ اس کے بے پناہ اعتماد کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتی رہی۔ اور یہ انکشاف تو اسے ششدر ہی کر گیا کہ یہ دونوں کی لو میرج ہے۔

ڈنر کے بعد جب سحرش اور خوش نما کو گفتگو کرنے کا موقع ملا تو سحرش اپنی عادت کے مطابق جلد ہی بے تکلف ہو گئی۔

"فرید میرے بہنوئی کے دوست ہیں' ایک پارٹی میں ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ مجھے تو خیر ہمیشہ سے ہی نیوی بہت پسند رہی ہے۔ فرید کو بھی میرا کانفیڈنس اور میرا گفتگو کا انداز بہت پسند آیا۔ ہسٹری سے انہیں بھی دلچسپی تھی اور مجھے بھی۔ میری معلومات سے تو وہ ایک دم متاثر ہو گئے۔"

اس نے مزے سے بتایا اور وہ حیران سوچتی رہی۔ "بھلا معلومات سے متاثر ہو کر شادی بھی کوئی کرتا ہے؟ کیا کسی کے بات کرنے کے انداز سے بھی محبت ہو سکتی ہے؟؟"

جو بھی تھا سحرش سے ملاقات اور اس پارٹی میں شرکت کرنا' دونوں ہی اس میں ایک مثبت تبدیلی لانے کا باعث بنے۔ سحرش سے اس نے یہ جانا کہ کسی بھی انسان میں محض کمیاں ہی نہیں ہوتیں' قدرت ہر کسی

کو کوئی نہ کوئی تحفہ تو دے ہی دیتی ہے' سحرش کا بدن
بھاری تھا تو کیا ہوا دل تو بڑا نرم و ملائم سا تھا' قد چھوٹا تھا تو
کیا ہوا ذہانت کا گراف اچھے اچھوں سے بلند تھا' ہونٹ
گلابی نہیں تھے لیکن دانت موتیوں کے سے شفاف
تھے۔ آواز سریلی نہیں تھی لیکن باتیں دل موہ لینے والی
تھیں۔ رنگ سانولا تھا لیکن آنکھوں میں قدرت نے
شہد گھول رکھا تھا۔

فنکشن میں موجود تقریباً" سب ہی افراد کا اسے
پسندیدگی سے دیکھنا خود اس کا اعتماد بڑھانے میں بھی
مددگار ثابت ہوا۔ اپنا لمبا قد جس سے وہ سدا شرمندگی کا
شکار ہی رہی' پہلی بار اچھا لگا جب سب نے ہی کہا۔

"خوش نما! یہ لباس تو بنا ہی تمہارے لیے ہے۔"

اپنی کم گوئی کے باعث وہ ہمیشہ جھینپی ——
ہی رہتی' اس کا خیال تھا کہ اسے زیادہ اچھے طریقے سے
بات کرنا نہیں آتی' اس لیے محفل میں زیادہ تر خاموش
ہی رہا کرتی۔ آج اس کی اس ادا کو بھی قبول کر لیا گیا'
باوقار اور سلجھی ہوئی شخصیت کا نام دے کر۔

♥ ♡ ♡ ♥

آج انجمن خوب سج دھج کے آئی تھی۔ اس کے
ہاتھ میں دو لڈو بھی تھے۔ خوش نما کو یاد آیا' کل اس کے
سسرال والوں نے تاریخ رکھنے آنا تھا یقیناً" شادی کی
تاریخ مقرر ہو گئی ہوگی۔ جب ہی اس کے دانت اندر
نہیں جا رہے تھے۔

"آپ کو بھی مبارکاں بھابھی جی' بس آپ کی
دعائیں ہیں۔" اس کے مبارک باد دینے پہ وہ بڑی بیربہوٹی
سی بن کے سر جھکاتے ہوئے بولی۔ رباب کی ہنسی
چھوٹ گئی۔ وہ کل سے یہاں رہنے آئی ہوئی تھی جب
سے اس گھر میں خوش نما کا اضافہ ہوا تھا اس کا دل یہاں
خوب لگتا۔

"ویسے انجمن! تمہارا منگیتر کرتا کیا ہے؟" رباب
نے پوچھا۔

"جی اپنا کاروبار ہے اس کا۔ آج کل شادیوں کا
سیزن ہے ناں' جی تو اس کا دھندا خوب زوروں پہ ہے۔"

"کیوں کیا وہ ڈھولک کرائے پہ چڑھاتا ہے؟"
نصیب نے کمرے سے نکل کر گفتگو میں حصہ لیا۔

"ہائے ہائے کیوں جی..... خیری صلا....." وہ بگڑ گئی۔

"تو پھر بینڈ باجے والوں کے گروپ میں ہوگا۔"

"نہ جی۔ میرا چھیما کوئی میراثی ہے۔ وہ تو جی
شادیوں پہ کھانے پکاتا ہے۔" انجمن نے فخر سے بتایا۔

"اچھا اچھا نائی ہے۔"

"اوئیں ای؟ اتنا کاروبار ہے' اتنے بندے ملازم
ہیں' وہ کوئی آپ دیگ پکاتا ہے؟ بس دیگوں کے پاس
منجی (چارپائی) ڈال کے مسالے نوکروں کو پیس پیس کر
دیتا ہے۔" اس نے اپنے منگیتر کا "گریڈ" واضح کیا۔

"یوں کہو ناں کہ "ہیڈ باورچی" ہے۔ اچھا چلو
چھوڑو اس ذکر کو۔ ایک بات تو بتاؤ۔" وہ صلح جو انداز
میں دلچسپی سے پوچھنے لگا۔

"من دو من! آج تم نے اتنا لشکتا لشکا تالال جوڑا
پہن رکھا ہے' چہرے اور گردن پہ پاؤڈر بھی تھپا ہے'
کلائیوں میں چوڑیاں بھی پھنسا رکھی ہیں' نینوں میں
کاجل بھی بہہ رہا ہے' بالوں میں تیل کی شیشی بھی
انڈیل رکھی ہے' ناک میں لونگ' کان میں بندے بھی
پہن رکھے ہیں' کمر پہ شیشوں والا پراندہ بھی لہرا رہا
ہے..... پھر بھی..... پھر بھی تم خوبصورت کیوں نہیں
لگ رہیں۔" اتنی لمبی چوڑی تمہید کے بعد سنجیدگی
سے پوچھا گیا۔ سوال سن کر شرم سے لچکتی دوہری ہوتی
انجمن بھڑک اٹھی۔

"آپ بھی ناں پائی جان..... بڑی زیادتی کرتے
ہو۔ اپنا رنگ کیا چٹا ہے' ہر ویلے دوسروں کو باتیں ہی
سناتے رہتے ہو۔ رنگ کا کیا ہے' وہ تو رنگیلے کا بھی چٹا
ہی ہے۔ آپ کے ذرا بال جھڑ جائیں' موٹے ہو جاؤ تو
رنگیلے ہی لگو گے۔"

بڑی جرات کے ساتھ کہتی وہ کچن میں چلی گئی۔
رباب اور خوش نما اپنی ہنسی پہ کنٹرول نہ کر سکیں اور
نصیب شرمندہ شرمندہ سا باہر دروازہ کھولنے چلا گیا۔
مسلسل بیل ہو رہی تھی۔

"خشک نما! نجانے کس نے آپ کو محترمہ لکھتے
ہوئے یہ رجسٹری بھیجی ہے۔ پکڑیے۔" اس کی گود میں

خاکی لفافہ پھینکتے ہوئے وہ صوفے پہ نیم دراز ہو گیا۔ نانو بھی اسی وقت لاؤنج میں داخل ہوئیں۔ خوش نما حیرت زدہ تھی اسے کون رجسٹری بھیج سکتا ہے۔ اس کا دھیان تاجور آنٹی کی طرف گیا لیکن وہ تو خط ہی بھیج سکتی تھیں جبکہ اس لفافے کا تو اچھا خاصا وزن تھا۔ تجسس سے بے قرار ہو کر اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے لفافہ کھول لیا ایک معیاری ماہنامے کا پرچہ پھسل کر گود میں آگرا۔

رباب' رسائل کی شیدائی تھی' اس سے پہلے اس نے اچک کر رسالہ کھول لیا' اندر مختصر سے خط میں اطلاع دی گئی تھی کہ محترمہ خوش نما صاحبہ کی نظم نہ صرف قابل اشاعت ہے بلکہ ایڈیٹر صاحب نے بے حد پسند کی تھی اور اس سے مزید قلمی تعاون جاری رکھنے پہ اصرار بھی کیا تھا۔ رباب جلدی جلدی صفحے پلٹنے لگی جبکہ وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"ٹھیک ہے' کبھی کبھار میں تک بندی کر لیتی ہوں لیکن کس کو خبر ہوئی جس نے یہ مذاق کیا۔ جسے وہ مذاق سمجھ رہی تھی' وہ سچ ثابت ہوا۔ رباب اس کی نظم با آواز بلند سب کو پڑھ کے سنا رہی تھی۔

وہ مجھے
اپنے دل میں بسالے تو
میں اس کی دھڑکن دھڑکن پہ
اپنے لب رکھ دوں
وہ مجھے
آنکھوں میں چھپالے تو
میں اس کی پلک پلک پہ
ستارے بھر دوں
لیکن وہ تو مجھے
اپنی مٹھی میں رکھتا ہے
جہاں میں
سانس بھی اس سے مانگ کے لیتی ہوں

خوش نما کا سر جھک گیا۔ دل کے کسی گہرے کونے میں چھپے ان جذبات کا سر عام اشتہار لگوانا تو اس نے نہیں چاہا تھا۔ اس نے مشکوک نظروں سے رباب کو دیکھا' کہیں اس کی شرارت تو نہیں لیکن اس کے چہرے پہ چھائی معصومیت نے زیادہ شک نہ کرنے دیا۔

"تو پھر کیا باجی.....؟" اس سے آگے وہ کچھ سوچ ہی نہ سکی۔ باجی' نانو اور تو اور ابا جی تک اس کی نظم کی تعریفیں کرنے اور اس کی حوصلہ افزائی کرنے لگے۔

"اب ہمارے گھر میں ایک اہلِ قلم کا اضافہ ہو گیا ہے" نانو نے کہا۔

"ہاں بھئی' یہ تو واقعی فخر کی بات ہے کہ ہماری بہو کا شمار اب ادیبوں' شاعروں میں ہو گا۔ آخر اتنے معیاری ماہنامے میں بڑے بڑے نامی گرامی شعراء کے کلام کے ساتھ اس کی نظم شائع ہوئی ہے۔" ابا جی کا جوش بھی قابل دید تھا۔ اس نے نصیب کا ردعمل جانچنے کے لیے چپکے سے اس طرف دیکھا وہ اسنوکر ٹورنامنٹ میں پوری طرح مگن تھا۔

"ہونہہ' جل گئے..... خود پسند اور احساس برتری کے شکار افراد کسی کی تعریف برداشت ہی نہیں کر سکتے۔ انہیں کہاں اچھا لگ رہا ہو گا کہ میری کسی صلاحیت کی یوں قدر ہو۔" اس نے خود میں احساس برتری پیدا کرنے کی ناکام سی کوشش کی لیکن غرور و فخر سے سدا کے الرجک دل نے آئینہ دکھا دیا۔

"اتنا اترانے کی ضرورت نہیں۔ اسے یہ پتا چل گیا کہ یہ نظم تم نے کس کے لیے لکھی ہے تو پھر.....؟"

وہ جھنجلا کر رہ گئی۔

"مجھ سے اچھی تو انجمن ہے' کم از کم منہ پہ بات تو جرات سے کر جاتی ہے' میں تو دل ہی دل میں بھی کچھ کہنا چاہوں تو بات نہیں بنتی۔"

"بھابھی! آپ صرف شاعری کرتی ہیں یا افسانے بھی لکھتی ہیں؟"

دوپہر کو وہ کپڑے استری کر رہی تھی جب رباب نے پوچھا۔ اب وہ اسے کیسے سمجھاتی کہ وہ تو یہ تک نہیں جانتی تھی کہ تنہائی میں ڈائری میں کبھی کبھار وہ جو چند الفاظ ترتیب دے لیتی تھی اسے کسی انجان کی شرارت کے باعث تسلیم کر لیا جائے گا۔

"نہیں کبھی کوشش نہیں کی لکھنے کی' ویسے افسانے

"پڑھنا پسند ہیں۔"

"مجھے بھی۔ لیکن ممی بہت ناراض ہوتی ہیں میری اس عادت سے۔ کہتی ہیں لڑکیاں آئیڈیلسٹ ہو جاتی ہیں افسانے پڑھ پڑھ کے۔ کیا واقعی؟"

"ہو سکتا ہے شاید نہیں۔" وہ کیا جواب دیتی' اس نے کبھی اس بات پہ غور ہی نہیں کیا تھا۔

"ویسے اگر آپ نے کوئی آئیڈیل بنا بھی رکھا ہو گا تو وہ نصیب بھائی کی صورت آپ کو مل ہی چکا ہے' ہے ناں بھابھی۔" خوش نما جانتی تھی برابر کے کمرے میں نصیب کمپیوٹر پہ کچھ کام کر رہا ہے۔ اس لیے اسے سنانے کو ذرا بلند آواز میں بولی۔

"کیسا آئیڈیل رباب! وہ جو افسانوی ہیروئنز کے تصور پہ چھایا ہوتا ہے وہ والا؟ مجھے تو آج تک ان کے آئیڈیل ہیروز کے خاکے ہی سمجھ میں نہیں آسکے۔ گھنے گھنگھریالے بھورے بال' چوڑی پیشانی' بھوری کانچ سی آنکھیں' سرخ وسفید رنگت' گھنی مونچھوں کے تلے مسکراتے گلابی بھرے بھرے ہونٹ...... ذرا ان سب کو تصویری خاکہ دے کر دیکھو۔ ایوب کھوسو کی تصویر بنتی ہے۔"

رباب کا ہنس ہنس کے برا حال ہو گیا۔ خود خوش نما اپنی جرات پہ حیران تھی نہ اس کی زبان لڑکھڑائی نہ لفظ آگے پیچھے ہوئے۔ بڑی صفائی کے ساتھ وہ درپردہ نصیب کے گورے رنگ اور خدوخال پہ وار کر گئی تھی۔ اس کامیابی نے اسے اور دلیر کیا۔

"اور ابھی تمہارے سامنے انجمن کہہ رہی تھی کہ گورا رنگ تو رنگیلا کا بھی ہے' اسی سے اندازہ کر لو کہ مردوں کے اوپر یہ تشبیہات اور حسن کے استعارے کتنے بے ڈھب معلوم ہوتے ہیں۔" (دوسرے کمرے میں موجود نصیب یقیناً" تلملا رہے ہوں گے۔) اس نے مسرور ہو کر سوچا۔

"کیا بحث چل رہی ہے بھئی۔" زرمین باجی اندر آئیں۔ "خوشی! تم سے ایک کام تھا۔ دو تین دن ذرا ٹائم نکال کر جگنو اور بلبل کو پڑھا دینا' ان کی ٹیوٹر ایک ہفتے کی چھٹی پر ہے۔"

"میں...؟ میں باجی؟" وہ گھبرا گئی۔ جگنو اور بلبل دونوں بیکن ہاؤس میں پڑھتے تھے اور وہ ہمیشہ سے اردو میڈیم میں رہی' اسکول سے کالج تک۔

"لیکن باجی! وہ تو...... ان کا کورس تو بہت مشکل ہے۔ اتنی موٹی موٹی کتابیں۔"

"او کم آن خوشی! کیسی باتیں کر رہی ہو۔ جگنو تھرڈ میں ہے اور بلبل نرسری میں' ایسا کیا افلاطونی کورس ہے ان کا۔ اور تم نے ایم اے کس لیے کر رکھا ہے۔"

"لیکن میں نے ایم اے اسلامیات میں کیا ہے جبکہ جگنو کے سب سبجیکٹس انگلش میں ہیں۔ میری انگلش بیکن ہاؤس کے لیول کی نہیں ہے۔ میں پڑھا نہیں پاؤں گی۔" اس نے معذرت کرنا چاہی لیکن زرمین باجی نے ایک نہ سنی۔

"تم اردو میڈیم میں پڑھی ہو مگر کالج تک انگلش سبجیکٹس پڑھ تو رکھا ہے ناں۔ ایسی بات بھی نہیں کہ پرائمری لیول تک کی انگلش نہ سمجھ سکو۔ نخرے مت کرو۔" یہ طعنہ کاری ثابت ہوا۔ اپنے انکار کو نخرا سمجھنا اسے پسند نہ آیا اور وہ فوراً" پڑھانے پہ تیار ہو گئی۔

♥ ♡ ♡ ♥

"دیکھا' تم خوامخواہ جھجک رہی تھیں۔ جگنو تو اتنا خوش ہے تم سے پڑھنے کے بعد کہ کہنے لگا ٹیوٹر سے زیادہ اچھی طرح چچی بات سمجھاتی ہیں' اس کا آج کا پیپر بھی بہت اچھا ہوا ہے۔"

"ہاں واقعی...... دراصل کانونٹ اسکول کے نام کا رعب ہی اتنا ہوتا ہے کہ میں کترا رہی تھی لیکن اب پتا چلا' میری انگلش اتنی بری بھی نہیں' پرائمری لیول تک تو میں اچھی طرح پڑھا سکتی ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جو انگلش جگنو تھرڈ اسٹینڈرڈ میں پڑھ رہا ہے۔ وہ میں نے انٹر میں پڑھی تھی۔ اب تو مجھے بھی کوئی اعتراض نہیں۔ آپ بے شک روز انہیں بھیج دیا کیجیے۔"

روز پڑھانے کی آفر اس نے یہ سوچ کر کی کہ نصیب تو شاید ایک آدھ روز میں جانے والا تھا۔ اس کے جانے

کے بعد وہ ذہنی طور پر زیادہ تروتازہ ہو کر بچوں کو پڑھا سکے گی۔ اس کی موجودگی ہر وقت خوش نما کے اعصاب پہ سوار رہتی۔

ویسے وہ نوٹ کر رہی تھی، دو تین دن سے وہ کم ہی اس کے مذاق اور طنز کی زد میں آ رہی تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ اب خوش نما نے ہی اس کی پھبتیوں کو خاطر میں لانا کم کر دیا تھا۔ اب پہلے کی طرح اس کے کسی دل جلے ریمارکس پہ وہ گھنٹوں کڑھتی نہیں رہتی تھی نہ ہی خود ترسی کا شکار ہو کے کمرہ بند کر کے رویا کرتی۔ اس کی کوشش ہوتی کہ وہ اس کی باتوں کو خاطر میں لائے بغیر ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دیا کرے۔

اب گھر کے دوسرے افراد کے سامنے اسے اپنی سبکی کا احساس ہلکا نہیں کرتا تھا کیونکہ سب کے خلوص اور اعتماد نے اس کو اتنا بھاری بھر کم کر دیا تھا کہ فقط اس ایک شخص کی بے اعتنائی اور ناپسندیدگی اسے ڈانواڈول نہیں کرتی تھی۔ اس کی شخصیت میں یہ تبدیلی اس ایک مہینے کے اندر اندر ہوئی تھی۔ اس ایک مہینے میں اس نے شدت سے نصیب کی چھٹی ختم ہونے کا انتظار کیا تھا۔ وہ جان گئی تھی کہ اس گھر میں اور اس گھر کے مکینوں کے دل میں اس کے لیے خاصی جگہ ہے۔

وہ ساری عمر سکون کے ساتھ اس گھر کی چار دیواری میں گزار سکتی ہے، یہاں تحفظ بھی ہے، اعتماد بھی، محبت بھی اور خلوص بھی جبکہ نصیب......

اس نے سن رکھا تھا کہ "دلہن وہی جو پیا من بھائے" اور کبھی کبھی وہ شدت سے محسوس بھی کرتی تھی کہ ان چاہی سہاگن ہونے کا کرب کیا ہوتا ہے لیکن یہ احساس اسے خدا کے حضور سربسجود ہونے پہ مجبور کر دیتا کہ شوہر کے نہ سہی، سسرال والوں کے دل میں تو جگہ بنالی ہے اس نے اور اگر کل کلاں کو نصیب اپنی گرہستی نئے سرے سے کسی پسندیدہ ہستی کے ساتھ بنانا چاہے تب بھی دربدری اس کا مقدر نہیں ہو گی۔

اس گھر کے اندر اس کے قدم مضبوطی سے جے تھے۔ اسے نصیب کے واپس اسلام آباد جانے کا انتظار تھا۔ پرسوں ہی نانو نے ذکر کیا کہ نصیب کی ایک ماہ کی چھٹی ختم ہونے والی ہے تو اسے اپنے سر سے ایک بھاری بوجھ سرکتا محسوس ہوا لیکن وہ سٹپٹا کے رہ گئی جب یہ بوجھ سر سے گزر کر دل پہ آن ٹھہرا۔

"وہ واقعی چلے جائیں گے......؟"

اس اداس سے سوال کے جواب میں اس کے پاس صرف سناٹے تھے۔ وہ خوش ہونا چاہتی تھی۔ ہو نہیں پاتی تھی۔

"لو اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو گی کہ انہیں تم پڑھا دیا کرو......" باجی کی آواز اسے خیالات سے کھینچ لائی۔ "لیکن اب تمہیں بھی تو پرسوں اسلام آباد چلے جانا ہے۔ تمہاری وجہ سے میں تو بالکل ہی ناکارہ ہو کے رہ گئی ہوں۔ اتنے کم دنوں میں تم نے میری عادتیں ہی خراب کر ڈالیں۔ اب تمہارے جانے کے بعد مجھے پتا چلے گا۔ جب سارے گھر کی ذمہ داری ایک بار پھر میرے کاندھوں پہ آ جائے گی۔"

نرمین باجی نے تو اس کے ہوش ہی اڑا دیے۔ وہ اڑی اڑی رنگت کے ساتھ نصیب کو دیکھنے لگی کہ شاید وہ تردید کرے اور کچھ نہیں تو جھلا کر اتنا ہی کہہ دے۔

"میرا کیا دماغ خراب ہے جو اسے ساتھ لے کر جاؤں، اس سوغات کو آپ ہی سنبھالیے جو اتنے چاؤ سے بیاہ کر لائی ہیں۔" وہ امید بھری نظروں سے یہ دل شکن جملہ اس کے لبوں سے ادا ہونے کے انتظار میں اسے تکنے لگی جو آج اس کے لیے حیات بخش ثابت ہو سکتا تھا لیکن اس نے کہا تو یہ۔

"اسی لیے تو لے جا رہا ہوں۔ آپ نے میری بیوی کو باورچن اور دھوبن بنا کے رکھ دیا۔ ایک تو بے چاری پہلے ہی اللہ کی طرف سے تول کر پاؤ بھر گوشت لائی تھی۔ آپ نے اور نانو نے ایک مہینے کے اندر اندر بالکل ہی ڈھانچہ کر دی۔ اب دیکھنا میرے سارے دوست احباب کیا کیا تبصرہ کریں گے......دلہن کیا ہڑپہ سے کھود کر نکالی ہے......؟ ذرا خود کو ایک نظر دیکھیں لیٹ لیٹ کر بے تحاشا اور اندھا دھند "حسین" ہو گئی

ہیں۔"

"چلو چلو۔۔۔" زرمین باجی کو اس کا اپنی صحت پہ تبصرہ پسند نہ آیا۔ "موٹی کب ہوئی ہوں میں۔ ہاں پہلے کی نسبت اب جسم ذرا بھر گیا ہے۔"

"جی ہاں۔۔۔ لباب۔۔۔" اس کے فی البدیہہ جواب پہ تپ کر باجی واک آؤٹ کر گئیں۔ وہ اب تک بت بنی بیٹھی تھی۔ نصیب نے اٹھ کے اس کے چہرے کے سامنے چٹکی بجائی۔

"خشک نما۔۔۔"

"جی۔۔۔" مری مری سی آواز میں وہ بولی۔

"صرف کل کا دن ہے تیاری کے لیے، پیکنگ شروع کردو۔"

"کیا۔۔۔ میں۔۔۔ مم۔۔۔ میں۔۔۔ واقعی آپ کے ساتھ جارہی ہوں؟" اسے یقین نہ آرہا تھا کہ جو شخص اسے ایک نظر دیکھنا گوارا نہ کرتا ہو وہ بغیر کسی دباؤ کے اسے اپنے ساتھ کیسے لے جارہا ہے (یقیناً "یہ مذاق کر رہے ہوں گے۔)

"تو اور کیا کروں۔ بیوی تم میری ہو، مجھے سزا ملنی چاہیے تمہیں بھگتنے کی۔ میرے گھر والوں کا کیا قصور کہ تمہیں ان کے سینے پہ مونگ دلنے چھوڑ جاؤں۔"

کڑوے انداز میں کہتا وہ الماری سے کپڑے نکال نکال کر بیڈ پہ ڈھیر کرنے لگا۔ وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی، لیکن کہہ نہ سکی پھر سے ہمت کمزور پڑنے لگی، الفاظ اندر ہی رستہ کھونے لگے اور زبان گنگ ہوگئی۔

"نصیب! آپ خود پسند ہی نہیں، اذیت پسند بھی ہیں۔" اس کی چوڑی پشت کو شکایتی نظروں سے دیکھتی وہ دل کے پھپھولے دل میں ہی پھوڑنے لگی۔

میں جانتی ہوں آپ کے معیار پہ پورا اترنے کے لیے میرے پاس کچھ بھی نہیں۔۔۔ کہ آپ کا تو معیار بھی بڑا اونچا ہے۔ حسن کے نجانے کس کس شاہکار میں آپ سو سو نقص نکال دیتے ہیں جبکہ میں تو حسن کی کسی تشریح پہ پوری نہیں اترتی۔ مجھے یہیں رہنے دیجیے پلیز۔" وہ بند لبوں سے التجا کرنے لگی۔

اس کی خاموش فریادیں خاموش ہی رہیں۔ ہوا وہی جو وہ چاہتا تھا کسی اور نے بھی اسے خوش نما کو ادھر چھوڑنے کے لیے نہیں کہا۔ دو دن تک اس کے آنسو نہیں تھمے۔ سب سے ملتے وقت وہ یوں تڑپ تڑپ کے روئی جیسے اس کی رخصتی سات سمندر پار ہو رہی ہو۔

"خود کو سنبھالو خوشی! کیا ہو گیا ہے بیٹا۔۔۔ یہ تو اسلام آباد ہے۔ دو ڈھائی گھنٹے کا سفر۔ ہر مہینے آجایا کرو۔۔۔ بلکہ ہر ہفتے۔۔۔" نانو نے تسلی دی۔

"ہاں نصیب! آئندہ تمہارا ہر ویک اینڈ یہیں گزرے گا۔ اینڈ ڈیٹس فائنل۔۔۔" حسیب بھائی نے آرڈر دیا۔ ابا جی نے ڈھیر ساری دعائیں دیں۔ رباب اور وہ ایک دوسرے کے گلے لگ کے دیر تک روتی رہیں۔ باجی نجانے کیوں روتے میں بھی بار بار اسے دیکھ کر مسکرائے جارہی تھیں۔

"یہ تو الٹا کام ہو گیا۔ غمگین بھابھی آج دلشاد بیگم بنی ہوئی ہیں اور خشک نما نے دنیا سے خشکی مٹا ڈالنے کا عزم سر کرلیا ہے" آنسو بہا بہا کر۔ ہاں بھئی من دو من! تمہارے اسٹاک میں اس وقت کوئی گانا ہے جو اس سچویشن پہ فٹ بیٹھتا ہو۔"

جواباً انجمن نے بھاں بھاں کر کے رونا شروع کر دیا۔

"ہیں۔۔۔ ہیں۔۔۔ میں نے گانا گانے کو کہا تھا، تم تو قوالی کرنے بیٹھ گئیں۔" نصیب کی سنہری رنگت تمتما رہی تھی، نجانے کس احساس سے۔ راستے بھر وہ گنگناتا، سیٹی بجاتا رہا۔ وہ کمپنی کی طرف سے دی گئی گاڑی میں بائی روڈ اسلام آباد جارہے تھے۔ ڈرائیور کے لحاظ سے شاید وہ اسے چھیڑنے سے گریز کر رہا تھا۔ لیکن کب تک۔۔۔؟ خوش نما نے سوچا۔

"گھر جاتے ہی یہ پھر سے وہی بن جائیں گے۔" اس نے گردن موڑے بغیر کن اکھیوں سے اسے دیکھا۔

سر سیٹ کی پشت سے لگائے وہ شاید سو گیا تھا۔

آج اس نے شیو بھی نہیں کی تھی، براؤن رواں روشنی کے عکس سے چہرے پہ پھیلے سونے کے ذرے

کی طرح دمک رہا تھا۔ بلا کی معصومیت لیے وہ اسے
ایک دم ہی اچھا لگا۔

"کیا تھا جو اس خوبصورت چہرے کے پیچھے ایک
حساس سا محبت کرنے والا دل بھی ہوتا۔"

اس نے پہلی بار واضح طور پر اس کی وجاہت کو تسلیم
کیا۔ دراصل اس کا رویہ اتنا دل شکن ہوتا کہ خوش نما
کا دھیان کم ہی اس کی شخصیت کے اچھے پہلوؤں کی
طرف جاتا تھا۔

"وہاں تو پھر سارے اپنے تھے۔ یہاں اجنبی شہر میں
بیگانے لوگوں کے سامنے بھی اگر انہوں نے میرا مذاق
اڑانا شروع کر دیا تو......؟" اسے نئی فکر لاحق ہوئی۔

"اف توبہ' کیا مصیبت ہے۔ میں تو یوں مری جا رہی
ہوں جیسے مجھے مقتل گاہ لے جایا جا رہا ہو۔ کیا کریں گے
یہ زیادہ سے زیادہ......" اس نے بہادر بنتے ہوئے سوچا۔

"ہر شخص کا ایک معیار ہوتا ہے اگر میں ان کے
معیار کے مطابق نہیں تو مجھے حقیقت پسندی سے یہ
تسلیم کر لینا چاہیے۔" بڑی مجبوری کے ساتھ اس نے
خود کو سمجھالیا۔

"نانو میری کم گوئی' احساس ذمہ داری اور سگھڑاپے
کی وجہ سے مجھے پسند کرتی ہیں۔ ابا جی کو میرا نماز
پنجگانہ باقاعدگی سے ادا کرنا پسند آیا تھا۔ نرمین باجی کو
یہ بات اچھی لگتی تھی کہ میں کام سے گھبراتی نہیں
ہوں۔ رباب کی مجھ سے دوستی کی وجہ ایک جیسی
دلچسپیاں تھیں...... اب اگر نصیب کو مجھ میں کوئی
کشش محسوس نہیں ہوتی تو ظاہر ہے کہ جو انہیں
چاہیے وہ مجھ میں نہیں۔ ان کا معیار شاید صرف اور
صرف حسن ہے جو مجھ میں نہیں۔ کم از کم ان کے
تصور کے مطابق تو نہیں۔ اس حقیقت کو تسلیم کر لینے
کے سوا اب کوئی چارہ نہیں۔ اس میں نہ میرا قصور ہے
نہ ہی ان کا۔ ہاں ایک بیوی ہونے کے ناتے میں یہ
آخری کوشش ضرور کروں گی کہ یا تو ان کے معیار کے
قریب تر پہنچ جاؤں یا پھر ان کا معیار ہی بدل ڈالوں۔ کیا
مجھے یہ آخری کوشش نہیں کرنی چاہیے؟ کیا مجھے اپنی
بقا کی جنگ لڑنے کے لیے تھوڑا بہت بھی ہاتھ پاؤں
نہیں مارنے چاہئیں؟ کیا میں اتنی ہی بے وصف ہوں؟
کیا میری سوچ بھی اتنی ہی سطحی ہے کہ نین نقش اور
رنگت کے کامپلیکس سے اوپر ابھر ہی نہ سکے۔ آخر
مجھ میں کچھ تو ہے۔ جو کچھ لوگ مجھے پسند کرتے ہیں۔
سراہتے ہیں اور...... ان کچھ لوگوں میں نصیب کیوں
نہیں شامل ہو سکتے۔"

اس نے اسلام آباد پہنچتے پہنچتے اپنی سوچ کو ایک
واضح عزم کی صورت دے ہی ڈالی۔

♥ ♡ ♡ ♥

"اسلام آباد شروع ہو گیا؟" صاف شفاف' چوڑی
سڑکیں اور بارعب سرکاری عمارتیں دیکھ کر اس نے
پوچھا۔

"اسلام آباد کیا کوئی ڈرامہ ہے' جو شروع ہو گیا۔"
الٹا ہی جواب ملا۔

وہ صبح سات بجے کے قریب گھر سے نکلے تھے اور
راستے میں صرف ایک جگہ آدھ گھنٹے کے لیے چائے
پینے رکے تھے' اب دن کے دس بجے ان کی گاڑی
اسلام آباد کی سب سے مصروف شاہراہ سے گزر رہی
تھی۔ ایک پُررونق مارکیٹ کے درمیان اونچی سی
براؤن بلڈنگ کے آگے گاڑی رکی۔ اس نے سر اٹھا
کے دیکھا۔

دن کے اس وقت اگرچہ مارکیٹ میں خاص چہل
پہل نہ تھی لیکن گردوپیش کا جائزہ لینے سے پتا چلتا تھا
کہ یہ ایک مصروف ترین شاپنگ سینٹر ہو گا۔
بوتیکس' سپر اسٹورز' ریستوران اور آفسز کے بورڈ
لگے تھے۔ اسی بلڈنگ کے اوپری فلورز پہ رہائشی
فلیٹس تھے جن میں سے ایک کا لاک وہ کھول رہا تھا۔

"کیا آپ کا آفس یہاں سے قریب ہی ہے؟" اس
نے قیاس کیا۔

"نہیں' میرا آفس تو سیکٹر ایف کے قریب ہے۔
اس علاقے کا سکون اور خوبصورتی قابل رشک سمجھے
جاتے ہیں لیکن میرا دل وہاں نہیں لگا۔ میں شروع میں
ایک کولیگ کے ساتھ وہیں پہ بنگلہ شیئر کرتا تھا۔ ایک تو
پہلے ہی فیملی سے کٹ کر دوسرے شہر میں رہنا اور پھر وہ

اتنے سرد ماحول میں۔۔۔ اس لیے یہ فلیٹ لے لیا' یہاں دن کے کسی بھی حصے میں سناٹا نہیں ہوتی۔ ویسے اگر تمہیں یہ پسند نہ آیا تو جہاں تم کہو گی۔۔۔ بنگلہ لے لیں گے۔" بیڈروم کے لاک کھولتے ہوئے اس نے اتنی اپنائیت سے کہا کہ وہ بے ہوش ہوتے ہوتے بچی۔

بیڈروم میں داخل ہوتے ہی اسے حیرت کا ایک اور شدید جھٹکا لگا۔ اس کمرے کی کلر اسکیم' فرنیچر' پردے' کارپٹ حتی کہ پینٹنگ تک وہی تھی جو جہلم والے گھر میں تھی۔ اس کی حیرت بھانپ کر نصیب نے بتایا۔

"میں بہت ہوم سک ہو رہا تھا پہلے پہل' گھر والے تو آ نہیں سکتے تھے' میں گھر ہی اٹھا کے اس کمرے میں لے آیا۔" وہ ہولے سے ہنسا اور خوش نما سوچ کر رہ گئی کہ کیا یہ شخص بھی ایسے جذباتی دور سے گزر سکتا ہے۔

"تم ناشتہ کرنا چاہو تو ڈرائیور سے منگالو یا خود ہی کچن میں جا کر بنالو۔ مجھے یاد نہیں لیکن کچھ تھوڑا بہت تو سامان ہو گا ہی فریج میں۔ کل فرصت سے بیٹھ کے لسٹ بنا دینا ضروری چیزوں کی۔"

"لسٹ تو بنالوں گی لیکن بہتر یہی ہو گا کہ میں خود ہی یہ شاپنگ کرلوں۔ یہاں کی مارکیٹس سے بھی واقفیت ہو جائے گی۔"

"اینی وے۔۔۔" اس کا مصالحت آمیز دوستانہ سا رویہ خوش نما کی سمجھ سے باہر تھا۔ "یہ بعد کے کام ہیں فی الحال تم رات کے فنکشن کا سوچو۔ میرے یہاں کے دوست شادی میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ انہوں نے ہمارے لیے بلکہ تمہارے لیے ویلکم پارٹی ارینج کی ہے۔ آج رات کو پی سی میں۔ تم کچھ ریسٹ کر لو پھر تیاری کر لینا۔"

"آج ہی تو ہم آئے ہیں اور آج ہی پارٹی۔" وہ پریشان ہو گئی۔ (نجانے کیسی پارٹی ہو' کیسے لوگ ہیں' میں تو خود کو ذہنی طور پر تیار نہیں کرپائی' دوسری تیاری کیا کروں۔)

"اچھا پھر آپ ایسا کیجیے دو گھنٹے کے بعد ڈرائیور کو بھیج دیجیے گا' میں پارلر جاؤں گی۔ آپ جانتے ہیں مجھے میک اپ بالکل بھی نہیں آتا اور یہاں نہ رباب ہے نہ نرمین باجی۔"

"اوں۔۔۔ ڈرائیور تو۔۔۔ مجھے بہت ضروری کام ہے ورنہ میں ضرور۔۔۔" وہ پیشانی مسلتے ہوئے کچھ سوچنے لگا۔ "اچھا دیکھتے ہیں کوئی حل۔۔۔" وہ کھڑا ہو گیا۔

"میں کام سے جا رہا ہوں' کچھ پتا نہیں کب آؤں' البتہ ایک خاتون آئیں گی ربا نام کی۔ میرے دوست کی مسز ہیں۔ ان کے ساتھ چلی جانا جہاں بھی وہ لے جائیں۔ البتہ میری تمام تیاری کر کے جانا' میرے پاس اتنا ٹائم نہیں ہو گا۔" وہ ہدایات دیتا باہر نکل گیا۔

اس کے تمام انداز و اطوار اتنے نارمل سے تھے کہ خوش نما کو یقین نہ آسکا' یہ وہی نصیب ہے' جو سیدھی سادی بات بھی بغیر طنز کے سلمی ستارے ٹانکے بغیر نہیں کرتا تھا اور خصوصاً" اس کی ہر بات کا الٹا مطلب نکال کر اسے شرمندہ کرنا تو جیسے اس کی عادت تھی۔

کافی کے ساتھ چند بسکٹ لے کر وہ کچھ دیر کے لیے سو گئی۔ حیرت انگیز طور پر وہ پرسکون تھی۔ وہاں سے نکلتے وقت اس کے دامن میں اندیشوں' وسوسوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ ناامیدی اور مایوسی کی گھٹاٹوپ تاریکی تھی' رستے بھر وہ خود سے الجھتی آئی تھی لیکن اب جیسے دل کو قرار سا مل گیا ہو۔ وہ خود اس کی وجہ جاننے سے قاصر تھی۔

پھر ربا آئیں۔۔۔ مسز ولی۔۔۔ بڑی گرمجوشی اور اخلاق سے اس سے ملیں۔ باتونی اتنی کہ ایک بات کہنے کے بعد مخاطب کے جواب کا انتظار کیے بغیر ہی اگلی بات شروع کر دیتیں۔

"اللہ کس قدر شوق تھا تم سے ملنے کا' نصیب نے تعریفیں کر کے اتنا اشتیاق بڑھا رکھا تھا کہ پوچھو ہی مت۔"

وہ چونکی' شادی سے پہلے نصیب نے بھلا کب دیکھ رکھا تھا مجھے اور بعد میں وہ اسلام آباد آگئے' ہی نہیں تو تعریفوں کے جھوٹے پل کب باندھے۔ اس کے سوال کرنے سے پہلے ہی ربا پھر شروع ہو گئیں۔

"ہمارے پورے سرکل میں ایک بس وہی کنوارا رہ

گیا تھا۔ ہمارا تو خیال تھا شاید ہی اس کی پسند کے مطابق کوئی لڑکی ملے، عجیب و غریب سی تو اس کی شرطیں تھیں۔"

وہ پوچھنا چاہتی تھی "کونسی؟" لیکن رباب اس کے شام کو پہننے والے ڈریس کی تعریف کرنا شروع ہو گئیں۔

"واؤ' بڑی زبردست چوائس ہے تمہاری 'کوئنس آف دی ایوننگ' تم ہی لگو گی اس بلیک ساڑھی میں۔ ویسے بھی تمہاری ہائٹ اور فیگر اس ڈریس کے لیے آئیڈیل ہے۔"

"تھینک یو۔" بڑے اعتماد کے ساتھ مسکراتے ہوئے اس نے بیگ شولڈر پر لٹکایا اور نکلنے کو تیار ہو گئی۔ اب اس تعریف نے اسے چونکایا نہیں تھا۔

♥ ♡ ♡ ♥

پورے تین گھنٹے گزار کر وہ فلیٹ پہ پہنچی تو نصیب آچکا تھا۔

"تم نے لنچ لیا؟" اس کے سامنے کے ایف سی کے لنچ باکسز بند پڑے تھے۔ خوش نما نے وال کلاک پہ نظر ڈالی۔ شام کے چھ بج رہے تھے پھر بھی وہ شرمندہ سی ہو گئی۔

"جی..... وہ..... ربا اصرار کر رہی تھیں تو ہم نے....."

"اوکے..... اٹس آل رائٹ..... مجھے یہی فکر تھی کہ کہیں تم تکلف میں نہ ماری جاؤ۔ ویسے اگر کچھ ہلکا پھلکا کھانا ہو تو پلیز جوائن می..... بٹ..... ود ٹو کپس آف ٹی....."

وہ مسکراتی ہوئی چائے بنانے چلی گئی۔ اس کے سامنے بھاپ اڑاتا مگ رکھنے کے بعد وہ سامنے ہی بیٹھ کے بے تکلفی سے اس کی پلیٹ سے فرنچ فرائز اٹھا کے کھانے لگی۔ وہ دلچسپی سے اس کے چہرے پہ تازہ تازہ میک اپ کو دیکھنے لگا۔

ہیئر اسٹائل اور میک اپ سے بالکل مطابقت نہ رکھنے والے لان کے ہلکے آسمانی سوٹ میں ملبوس وہ عجیب سی لگ رہی تھی لیکن اسے شاید اس کا احساس تک نہ تھا۔

کمرے تک جا کے وہ دوبارہ پلٹا۔ وہ برتن اٹھا کر کچن تک لے جا رہی تھی۔

"یہ تم نے کون سا سوٹ نکال دیا ہے۔ بلیک ڈنر سوٹ نکال دو یا پھر گرے لائننگ والا جو آنٹی کے گھر پہنا تھا۔"

"میں ان دو کلرز میں آپ کو دیکھ دیکھ کے تنگ آچکی ہوں۔" بڑی ہمت کی تھی اس نے یہ فقرہ ادا کرنے میں۔ "آپ یہ والا سوٹ ہی پہن لیجیے پلیز۔ اور جہاں تک آپ کی اس بات کا تعلق ہے کہ بلیک کلر آپ کی شخصیت کو ابھارتا ہے تو اس کی فکر مت کیجیے۔" وہ ایک لحظہ رکی پھر مڑتے ہوئے کہہ گئی۔

"میں نے اپنے لیے بلیک کلر کا انتخاب کیا ہے۔"

♥ ♡ ♡ ♥

کرش شیفون کی بلیک ساڑھی میں وہ پیچ فان کلر کے سوٹ میں ملبوس نصیب احمد کی شخصیت کو مزید ابھار رہی تھی۔ اس کی پر اعتماد چال سے یہ ظاہر نہ ہوتا تھا کہ اس لباس کو پہننے کا اس سے پہلے اسے کوئی تجربہ نہ تھا۔

ساڑی کے پلو اور بلاؤز کی فل آستینوں پہ گولڈن نفیس کام تھا' سیاہ پتھروں والے گولڈ کے سیٹ' ایک کلائی میں رونمائی کا تحفہ اور دوسری میں رسٹ واچ کے ساتھ وہ سادگی و نفاست کا شاہکار لگ رہی تھی۔

ہال میں موجود نصیب کے کولیگز' ان کی مسز اور تمام لوگوں کا اپنے لیے شاندار استقبال دیکھ کر وہ دنگ رہ گئی۔ سب اس سے ایسے مل رہے تھے جیسے عرصے سے جانتے ہوں۔ نصیب اس کا ہاتھ تھامے یوں ایک ایک کے پاس لے جا رہا تھا جیسے وہ اسے ملنے والی کوئی ٹرافی تھی جسے وہ فخر سے سب کو دکھا رہا ہو۔

"نادر جمالی صاحب! ہماری بیگم نہ صرف آپ کی فین ہیں بلکہ مجھے یہ بتاتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ یہ خود بھی بڑی خوبصورت اور حساس شاعرہ ہیں۔" ایک باریش سے شخص سے اس نے خوش نما کا تعارف کرایا تو وہ مرعوب سی ہو گئی۔ واقعی وہ اس کے

پسندیدہ شاعر تھے۔

"بہت خوب، یعنی ہمارے حلقے میں ایک اور شاعر کا اضافہ۔۔۔ بھئی اب تو ان گیٹ ٹوگیدر، نیو ایئر پارٹیز اور بون فائر کے ساتھ ساتھ مشاعرے کا بھی اہتمام کرنا پڑے گا۔" مسٹر ولی نے خوش دلی سے کہا۔

"آپ غزل کہتی ہیں خوش نما یا نظم آپ کا ذریعہ اظہار ہے؟" نادر جمالی صاحب نے مشفق انداز میں کہا۔

"جی بس کبھی کبھار نظم کہہ لیتی ہوں۔"

"بھئی، ہم تو غزل کے شیدائی ہیں لیکن اچھی نظم کہنے والوں کو بھی داد دیتے ہیں۔"

"ہاں بھابھی! پلیز کوئی خوبصورت سی نظم سنائیے۔" نصیب کے کسی اور بے تکلف دوست نے اصرار کیا۔

"بلکہ سنائیے نہیں گنگنائیے وہی گیت جسے سن کر ہمارا یار مجنوں ہوا تھا۔" ولی کی بات پہ وہ بری طرح چونکی۔

"نصیب کا کیا قصور، میں بھی جب صبح ان سے پہلی بار ملی تو دیکھنے کے بعد نہیں بلکہ سننے کے بعد فدا ہی ہوگئی۔" ربا نے انکشاف کیا۔

"میں تو کہتی ہوں یہ دو سال کیا، نصیب اگلے دو سال اور بھی انتظار کرتا تو یہ خوش نما کا حق بنتا تھا۔"

"گیت۔۔۔ دو سال۔۔۔ آواز۔۔۔"

ان مبہم اشاروں میں وہ ایسا الجھی کہ کب تقریب کا خاتمہ ہوا، اسے پتا ہی نہ چل سکا۔ نصیب نے اس کا کھویا ہوا انداز بھانپ کر سب کے اصرار کے باوجود جلد ہی جانے کی اجازت طلب کرلی تھی۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ مزید صبر نہ کرسکی۔

"یہ سب کیا اسرار ہے؟ میں تو کچھ سمجھ نہیں پارہی۔ کیا آپ کسی اور کو پسند کرتے تھے؟ کہیں یہ لوگ مجھے وہی تو نہیں سمجھ رہے؟" اس کے دماغ کے اندر جتنے بھی سوال کلبلا رہے تھے، وہ سب اس نے ایک ساتھ داغ دیئے۔

"ایک منٹ ایک منٹ، بتاتا ہوں سب بتاتا ہوں، گھر تو پہنچ لینے دو۔"

"نہیں پلیز، آپ ابھی بتائیے، وہ کون تھی جس کے لیے آپ دو سال انتظار کرتے رہے اور پھر آپ کو مجبوراً مجھ سے شادی کرنا پڑی۔"

"وہ تم ہی ہو۔" اس نے رفتار آہستہ کرتے ہوئے انکشاف کیا۔

"مجھے بے وقوف مت بنائیے۔ آپ مجھے بھلا کب جانتے تھے دو سال پہلے۔"

"جانتا نہیں تھا، مانتا تو تھا۔"

"آخر آپ صاف بات کیوں نہیں کرتے؟"

"صاف بات۔۔۔" ہار مان کے وہ بتانے پہ تیار ہو ہی گیا۔ خوش نما نے خود کو ہر طرح کی بات سننے کے لیے تیار کرلیا۔

"جب مجھے یہ جاب ملی اور میں زندگی میں پہلی بار گھر سے دور ہوا تو میری حالت بہت عجیب سی تھی، کچھ عرصہ پہلے ہی امی کی وفات ہوئی تھی، کچھ اداسی اس کی تھی، بلبل تب ننھی سی تھی اور میں اس سے خاصا اٹیچ تھا۔ یہاں آنے کے بعد میں شدید تنہائی اور ڈپریشن کا شکار ہوگیا۔ ہر وقت بچوں کی تصویریں پھیلائے بیٹھا رہتا۔

ایسے ہی کسی اداس سے دن میں نے بھابھی کو فون کیا۔ ان سے خبر ملی کہ بلبل اب چلنا شروع ہوگئی ہے میں اسے دیکھنے کو مچل گیا لیکن تب میرا ٹریننگ پیریڈ چل رہا تھا میں جا نہ سکتا تھا۔ بھابھی نے اپنے بھائی کی شادی کی مووی بھیج دی۔ جس میں بلبل ادھر سے ادھر بھاگتی دوڑتی پھر رہی تھی۔ میری ساری اداسی دور ہوگئی اس مووی کو دیکھنے سے۔ میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے پیارے چہرے کھوج رہا تھا، بھابھی، حسیب بھائی، اباجی، جگنو، بلبل سب کے پیارے پیارے پوز اسٹل کرکے دیکھ رہا تھا کہ ایسے میں تم سنائی دیں۔

ہاں سنائی دیں۔۔۔ میں نے غور کیا، پچھلے ایک گھنٹے کے دوران اسکرین پہ کئی بار تمہاری جھلک دکھائی دی تھی لیکن میں چونکا تب جب تمہاری آواز سنائی دی۔ خوبصورت آوازوں کا میں ہمیشہ سے شیدائی تھا،

تمہاری آواز سب سے جدا اور بھرپور رنگ لیے تھی۔ تم ڈھولک پہ چمچہ بجاتے ہوئے مہندی کا کوئی گیت گا رہی تھیں۔ تمہاری آواز کے لوچ کے سامنے ساری لڑکیاں سحرزدہ سی بیٹھی تھیں۔ میں اکثر وہ مووی لگا کر تمہارا گیت سننے لگا' تب مجھے صرف تمہاری آواز اٹریکٹ کرتی تھی لیکن آہستہ آہستہ شاید تم میرے حواسوں پہ چھانے لگی تھیں۔

انجانے رستے سے تم کسی طرح دل کے اندر تک پہنچ گئی تھیں مگر مجھے پتا ہی نہ تھا۔ میں تب باخبر ہوا جب پچھلے سال بھابھی نے میری شادی کا ذکر چھیڑا اور مجھ سے میری پسند کے بارے میں پوچھا۔ پتا نہیں کس طرح چھن سے تم میرے تصور میں اتر آئیں۔

"ہلکے سبز سوٹ میں میک اپ سے بے نیاز چمکتی شفاف بے داغ سلونی سی صورت کے ساتھ' سادہ سی آنکھوں میں دنیا جہاں کی معصومیت سمیٹے...... ایک سحر تھا خوش نما تم میں کہ میں وہیں بیٹھے بیٹھے جکڑ گیا۔"

نصیب کی آواز خوش نما کو کہیں دور سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ یہ ساری کہانی اسے پریوں کی کہانی لگ رہی تھی۔

"بھابھی نے جیسے مجھے جھنجھوڑ کر دوبارہ یہ سوال کیا۔ تب میں نے سنبھل کر اشارے کنایے سے انہیں تمہارا حلیہ بتایا۔

"بھابھی! وہ پہلی نظر میں چونکا دینے والی شخصیت نہ رکھتی ہو بلکہ زینہ بہ زینہ دل کے اندر تک اترنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ اس کی آنکھوں کا رنگ بھلے کچھ بھی ہو مگر ان میں حیا کے سائے اور معصومیت کے عکس ضرور ہوں۔ اور سب سے بڑی بات اس کی آواز..... آواز ضرور خوبصورت ہونی چاہیے بھابھی۔ جیسے چاندی کی گھنٹیاں..... نہیں.... جیسے جھرنا..... یا پھر..... کوئل کی چہکار..... اور بھابھی! وہ اتنی معصوم ہو کہ اپنے حسن سے 'اپنی کشش سے آگاہ ہی نہ ہو۔"

میرا خیال تھا کہ تم بھابھی کی قریبی عزیزہ ہو گی۔ اس لیے وہ میرے اشاروں کے ذریعے تم تک پہنچ ہی جائیں گی لیکن نجانے کیوں وہ ادھر ادھر لڑکیاں تلاشنا

شروع ہو گئیں۔

کچھ عرصہ میں نے بڑے صبر سے انتظار کیا پھر ان سے بات کر ہی لی۔ وہ بے حد حیران تھیں۔ مجھے تمہارے بارے میں ساری تفصیل بتائی۔ میں رضامند تھا مجھے صرف تمہارا ساتھ چاہیے تھا۔ بھابھی نے کچھ عرصہ اور انتظار کرنے کو کہا کیونکہ اتفاق سے کچھ روز پہلے ہی تمہاری اماں کا انتقال ہوا تھا۔ پھر انہوں نے ہی سارے معاملات طے کیے۔ اباجی کو کوئی اعتراض تھا نہ نانو کو۔ سب ہی میری خوشی میں خوش تھے اور تمہیں اس گھر میں لانے کے لیے راضی۔"

گھر آگیا تھا' اس نے گاڑی روکی۔ وہ اتر کر ایک معمول کی طرح آگے بڑھ گئی۔ اس کی خاموشی معنی خیز تھی۔ نصیب چپ چاپ اس کے پیچھے چلا آیا۔ وہ بیڈ پہ گم صم بیٹھی تھی۔

"کیا ہوا خوش نما؟ کیا اتنی بدگمان ہو مجھ سے کہ میری زندگی کی سب سے خوبصورت سچائی پہ ایمان نہیں لا رہیں؟" وہ گھٹنوں کے بل اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"میں کیسے ایمان لاؤں؟ کیسے بھول جاؤں آپ کے شروع دنوں کے رویے کو۔ جو کچھ آپ اب کہہ رہے ہیں اگر یہ سچ ہے تو پھر وہ کیا تھا جو آپ اس وقت کہتے تھے جب میں لاکھوں امیدیں لیے' ہزاروں خواب آنکھوں میں سجائے آپ کے گھر آئی تھی۔" دل کی الجھن زبان پہ آہی گئی۔

"لاکھوں امیدیں..... ہزاروں خواب..... اور کروڑوں وسوسے' بدگمانیاں تو ان گنت تھیں' ان کی کوئی حد تھی نہ شمار....." نصیب نے جتایا۔ وہ سر جھکا کر رہ گئی۔

"بھابھی نے تمہارے سارے خدشے بیان کیے تھے مجھ سے کہ تم اس غلط فہمی کا شکار ہو کہ تمہیں ترس کھا کر انسانی ہمدردی کے طور پہ قبول کیا جا رہا ہے۔ پھر مہندی والے واقعہ نے مجھے یہ باور کروایا کہ تم خودترسی کے ساتھ ساتھ احساس کمتری کا بھی شکار ہو۔ اس میں تمہارا قصور نہ تھا تمہارے ساتھ جو حالات رہے اس میں اچھے خاصے مضبوط اعصاب کے مالک افراد بھی اپنا اعتماد کھو سکتے تھے۔ اس لیے تمہارا اعتماد واپس لانے تمہاری بدگمانیاں دور کرنے کے لیے مجھے یہ سب ڈرامہ کرنا پڑا۔"

"مجھ پہ ایسے عجیب وغریب فقرے کس کے اور سب کے سامنے میرا مضحکہ اڑا کے آپ سمجھتے تھے۔ آپ میرا علاج کر رہے ہیں۔" وہ حقیقت جان کر پھٹ پڑی۔ "جانتے ہیں' آپ کی باتیں سننے کے بعد میرا دل چاہتا تھا۔ میں خودکشی کر لوں۔"

"یہ تمہارے ابتدائی احساسات تھے۔ تم مانو یا نہ مانو لیکن میرا طریقہ کارگر رہا۔ یار! تم خود بتاؤ اگر میں پہلی ملاقات میں وارفتگی جتاتا تو تم کیا سمجھتیں۔ ترس' ہمدردی..... ہے ناں؟ اس لیے میں نے رفتہ رفتہ تمہارا اعتماد بحال کیا۔ سب سے پہلے ایک طویل چھٹی کے ذریعے تمہیں اپنے گھر اور گھر والوں کے قریب رہ کر ان سے مانوس ہونے کا موقع دیا ورنہ سب سمجھ رہے تھے کہ ایک ماہ کی چھٹی میں نے کسی لمبے ہنی مون ٹرپ کے لیے لی ہے۔ جب تمہیں ایک بھرے پرے کنبے کی اپنائیت ملی تو خود پہ تمہارا اعتماد بحال ہوا۔

اب میری بے نیازی تمہیں کھلنے لگی' تم سوچنے لگیں کہ جب اور لوگ تمہاری حیثیت تسلیم کر سکتے ہیں تو میں کیوں نہیں' تب تم نے اس چیلنج کو پورا کرنے کی ٹھانی۔ تمہارا بغیر کسی پس وپیش کے اسلام آباد چلے آنا اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی اور یہی میں چاہتا تھا کہ بجائے اس کے کہ میں تمہیں تمہارے ہونے کا احساس دلاتا تم خود آگے بڑھ کر مجھے اپنے وجود کا احساس دلاؤ۔"

"اور اگر..... اگر اس سارے قصے میں میں آپ سے نفرت کرنے لگ جاتی..... شدید نفرت..... تو پھر؟" لب دانتوں تلے دبا کے اس نے شرارت سے پوچھا۔

"نفرت اور مجھ سے؟ رج کے سوہنے منڈے سے..... ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ ذرا میری آنکھوں میں دیکھ کر بتاؤ' کیا میں نفرت کے قابل ہوں؟" اس نے

انگلی سے اس کا جھکا چہرہ اٹھا کے پوچھا۔ آج تو اس چہرے کی جگمگاہٹ عروج پہ تھی۔ خوش نما کی جیسے آنکھیں ہی چندھیا گئیں۔

"میں تو اب تک یہ ہی نہیں سمجھ پائی کہ آخر آپ نے مجھ میں کیا دیکھا..... ایک عام سی لڑکی میں۔" وہ اتنے قریب اسے پا کر اس کی شخصیت کے سحر سے مرعوب ہو گئی۔

"جب آنکھ میں شام اترے
پلکوں پہ شفق پھوٹے
کاجل کی طرح میری
آنکھوں کو دھنک چھو لے
اس وقت کوئی اس کو
آنکھوں سے میری دیکھے
پلکوں سے میری چومے....."

سحر زدہ سی آواز میں گنگناتا وہ اس کے قریب ہوا تو وہ بل کھا کے پرے سرک گئی۔

"اور ایک بات اور..... جس کا شک مجھے بہت پہلے سے تھا، میری ڈائری سے نظمیں چرا چرا کے آپ ہی بھجواتے رہے ہیں ناں؟"

"تم میرا سب کچھ چرالو اور میں تمہاری دو چار نظمیں تک نہیں چرا سکتا۔"

"نہیں بلکہ سچ پوچھیں تو یہ بھی آپ کا احسان ہی تھا مجھ پہ ورنہ اس سے پہلے کب مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ مجھ میں بھی کوئی صلاحیت ہے۔"

"اب ایک احسان آپ بھی کر دیجئے۔" اس نے فرمائش کی۔

"عرصے سے خواہش تھی کہ کبھی تم میرے سامنے بیٹھ کے کچھ گنگناؤ..... پلیز..... آج صرف چند بول۔"

اس کے اتنے اصرار پہ وہ مان گئی۔

"رنگیلا رے
تیرے رنگ میں
یوں رنگا ہے، ہم....."

نصیب نے فوراً اس کے منہ پہ ہتھیلی جما دی۔ وہ بے ساختہ ہنسنے لگی۔

"خبردار لڑکی خبردار....."

"اچھا اچھا کچھ اور سناتی ہوں۔"

برے نصیب میرے
برے نصیب میرے
میں نے تجھے.....

اسے ناراضی سے اٹھ کر کھڑے ہوتے دیکھا تو مشکل سے شرارت پہ آمادہ دل کو کان پکڑ کر سرزنش کی۔

"برا ہوں ناں میں، ٹھیک ہے یاد رکھو، تم تنہا بھی ہو اور بے بس بھی، ظلم و ستم کی انتہا کر دوں گا۔" اس نے جلاد صفت شوہر کے اسٹائل میں دھمکی دی۔

"لو خوامخواہ میں تنہا اور بے بس۔ ایک فون کروں نانو، ابا جی، حسیب بھائی، باجی سب آجائیں آپ کی خبر لینے۔"

"اس کا مطلب ہے، میں نے آپ اپنے پیر پہ کلہاڑی ماری ہے۔"

وہ روٹھ کے دور بیٹھ گیا۔ پیچھے سے خوش نما نے دھیرے سے اس کے شانے سے ٹیک لگاتے ہوئے گنگناہٹ بکھیری۔

منڈا سونے رنگ دا
دل لے گیا۔
میرا سوں رب دی
منڈا سونے رنگ دا